من سمجھاوَن

مرہٹی شاعر رام داس کی مشہور نظم "مناچے شلوک" کا ترجمہ

شاہ تراب چشتی

مرتبہ

ڈاکٹر عبدالستار دلوی

من سمجھاون

مرتب کی دیگر تصانیف

۱۔ انتخاب کلام مصحفی
۲۔ انتخاب کلام چکبست
۳۔ محمد حسین آزاد ۔ ایک مطالعہ
(زیر طبع)
۴۔ مرہٹی ادب کی تاریخ
زیر تکمیل
۵ بمبئی کی اردو ۔ سماجی و لسانی مطالعہ
زیر ترتیب

من سمجھاون

(مرہٹی شاعر رام داس کی مشہور نظم "مناچے شلوک" کا ترجمہ)

از

شاہ تراب چشتی

مرتبہ

ڈاکٹر عبدالستار دلوی

ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی

ملنے کا پتہ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

پرنسس بلڈنگ ــــ بمبئی ۲

ملنے کے پتے

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

تار:- ACADEMY

ٹیلیفون:- 73191

شاخ بمبئی	شاخ دہلی
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
پرنسس بلڈنگ بمبئی ۲	اردو بازار دہلی
تار ACADEMY.	تار: ACADEMY.
ٹیلیفون 333857.	ٹیلیفون: 264368.

پبلشر اردو مرکز

ڈائمنڈ لاج بمبئی ۸

سن طباعت ۱۹۶۵ء

طابع

یونیورسل لیتھو پریس ۲۲ نوروجی اسٹریٹ ٹھاکردوار بمبئی ۲

[illegible] یونیورسل لیتھو پریس ۲۲ نوروجی [illegible] بمبئی ۲ سے چھپوا کر [illegible] لاج بمبئی ۸ سے شائع کیا

پیش لفظ

ہمارے یہاں یہ مصرع بہت عام ہے کہ :-

"جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا"

اور بھکتی تحریک دراصل بتوں کے رنج دینے کے ردِ عمل کی جیتی جاگتی تصویر ہے برہمنی عہد نے اپنے رسوم و قیود کو اپنی گرفت میں اتنا سخت لے لیا تھا کہ اس کا ردِ عمل جین اور بدھ متوں کی شکل میں نکلا اور اس نے صدیوں تک برہمنی مذہب کے پیروؤں کو دکن میں پناہ لینے پر مجبور کیا تا آنکہ ہندوستان کی قسمت کے زیر اثر ان دو متوں کا سیاسی زور ختم ہونے لگا۔ لیکن اس وقت تک سارے ملک میں مساوات ۔ انسان دوستی اور انفرادی طریقے سے مُکتی اور نروان کا تخیل عام ہو چکا تھا۔ اس سے بدھ کے پیروؤں کو اپنے حلقہ میں لانے کے لئے چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں یہ تحریک شروع ہوئی جہاں تجدید برہمنیت کی تحریک شروع ہوئی تھی اور ہماری زبان کی طرح بھکتی کا فلسفہ بھی دکن کے جنوب مشرقی علاقے میں پھیلتا گیا تا آنکہ برہمنی مذہبی اور سیاسی قوتوں نے نہ صرف بدھوں اور ان کے مندروں کو ختم کر دیا بلکہ خود غریب بدھ مت کے لئے اپنے وطن میں بھی کوئی جگہ نہیں رہی اور اردو کی طرح اس کو ہمسایہ ملکوں میں پناہ لینی پڑی۔ اس فتح اور تسخیر کے بعد برہمنی راج نے پھر اپنے ہزار انگشت چنگل نکالے اور ذات پات کی ایسی چکی چلائی کہ عوام بلبلا اٹھے ۔ اس کا لازمی سیاسی نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے مسلمانوں کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور پھر صوفیائے کرام کی انسان دوستی' مساوات اور اسلام کی جمہوری خوبیوں کے سامنے برہمنی طاقت پسپا ہوتے دکھائی دینے لگی۔ ہندیوں نے ایک مرتبہ پھر اس بھکتی کے فلسفہ کے ماتحت ہندو دھرم کو بھی اسلامی مساوات ، اخوت اور جمہوریت کی شکل میں پیش کرنا شروع کیا اور ان کا نعرہ ایک اور صرف ایک تھا کہ :-

" جو ہر کو بھجے سو ہر کا ہوے "

ذات پات ، رنگ و نسل ۔ دولت و امارت ، گناہ کی ذلت ، غرضکہ ہر قسم کے تفرقے مٹا دینے کی کوشش کر کے صوفیوں کی تبلیغی بڑھتے رواں کے سامنے بھکتی مارگ کا پل بنا دیا۔

خوش قسمتی سے ہمارے صوفیا کا ایک طبقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے اور ویدانتک فلسفہ بھی اس کو تسلیم کرتا ہے ۔ اس لئے بالکل وہی چیز جس کو مسلمان پیش کر رہے تھے انھوں نے بھی پیش کرنا اور اس پر عمل کرنا شروع کر دیا ۔ اتنا ہی نہیں

بلکہ اس تحریک نے نہ صرف صوفیوں اور اصحاب مال کو بھکتی مارگ کے داعیوں سے قریب تر کر دیا بلکہ سلاطین، امرا، فوجی افسر، ادیب۔ شاعر، سب کے سب اس حلقہ میں بیٹھ کر اتحاد و اتفاق اور پریم و پریت کے نغمے الاپتے ہیں۔

مہارشی رام داس دکن کے ایک ہندو صوفی بزرگ ہیں جو بھکتی مارگ کے بڑے مبلغ ہیں۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں لیکن ان میں سب سے اہم تصنیف "مناچے شلوک" (मनाचे श्लोक) ہے۔ اس سے متاثر ہو کر دکن کے ایک وجودی شاعر شاہ تراب نے "من سمجھاون" کے نام سے نہ صرف یہ کہ اس کا نظم میں ترجمہ کیا ہے بلکہ ایک صحیح وجودی کی طرح انسانیت، انسان و خدا کے تعلقات اور اس طرح کی صوفیانہ باتوں کا اضافہ کیا ہے اور اس سے اس عہد کے وجودی صوفیا کے عام رجحانات پر مفید روشنی پڑتی ہے۔ پھر لسانی اعتبار سے اس عہد کے شمال جنوبی علاقے کی اردو زبان اور اس کی ہیئت کے مطالعے کے لئے بھی وہ بہت مفید ہے۔

آج سے آٹھ دس سال پہلے مجھے اس کا ایک نسخہ ملا تھا۔ میں نے اسے اپنے مرحوم دوست ڈاکٹر دیورے (پونہ) کو دیا کہ وہ اس کو اڈٹ کریں۔ وہ اردو فارسی کے استاد ہونے کے علاوہ مرہٹی اور دوسری دکنی زبانوں سے بہت اچھی طرح واقف تھے لیکن افسوس کہ ان کی پر الم اچانک موت نے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔ اور میرا نسخہ ان کے پاس ہی رہ گیا۔ لیکن جب کچھ مہینے پہلے میرے نوجوان دوست ڈاکٹر عبدالستار دلوی نے تذکرہ کیا کہ انھیں اس کتاب کے نسخے ملے ہیں اور وہ ان کو ایک

مقدمے کے ساتھ شائع کرنا چاہتے ہیں تو مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ :-

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

نوجوان ڈاکٹر دلوی کی محنت و تحقیق آپ کے سامنے ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ سے داد لے کر رہے گی

(پروفیسر) نجیب اشرف ندوی
ڈائرکٹر
انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی ۱

۱۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۴ء

دیباچہ

شاہ تراب کی نظم "**مَنْ سمجھاون**" میرے علم میں پہلی بار کتابی صورت میں شائع ہو رہی ہے۔ "من سمجھاون" کی ترتیب کا خیال دو سال قبل میرے ذہن میں تھا مگر اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے میں اسے اب تک مرتب نہیں کر سکا۔ موجودہ ترتیب سے بھی میں کچھ بہت زیادہ خوش نہیں ہوں اور اس کی بڑی وجہ اس کے دیگر قلمی نسخوں کا دستیاب نہ ہونا ہے۔ گو کہ میں نے امکان بھر کوشش کی تھی کہ میں خود دیگر نسخے بھی دیکھ لوں تاکہ ان کا بمبئی کے زیرِ نظر نسخہ سے مقابلہ کیا جا سکے۔ اب بھی میں یہی سوچ رہا ہوں کہ دیگر نسخوں سے مقابلہ کئے بغیر میں اسے شائع نہ کروں لیکن اس نظم کے موضوع اور مرہٹی سے اس کے تعلق نے اس قدر رجھایا کہ اب طباعت میں تاخیر منظور نہ ہوئی۔ دوسرے یہ کہ دوستوں کا اصرار بھی الگ مجبور کر رہا تھا کہ اب اسے جامۂ طباعت سے آراستہ کیا ہی جائے اگر دوسرے ایڈیشن کی ضرورت پیش آئی تو ان شاء اللہ اس کی تمام موجودہ کمزوریاں دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

میں مخدومی پروفیسر نجیب اشرف ندوی صاحب (ڈائرکٹر انجمن اسلام اُردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ بمبئی) کا مشکور ہوں جو تمام تحقیق سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے پیرِ مغاں کی حیثیت رکھتے ہیں، کہ ان کے قیمتی مشوروں سے مجھے اس رسالے کے مرتب

کرنے میں بہت مدد ملی۔ اور جن کی قدر افزائی ہمیشہ شریکِ حال رہی ہے۔

ساتھ ہی میں اپنے محترم دوست حامد اللہ ندوی ایم۔ اے۔ ڈپ۔ لب (لائبریرین اُردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ بمبئی) اور محترم سرویا ستو صاحب (استادِ مرہٹی محمدیہ ہائی اسکول بمبئی) کا بھی از حد ممنون و مشکور ہوں کہ جنہوں نے نسخے کے پڑھنے میں میری مدد فرمائی۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے دوست شاہد علی خاں صاحب (منیجر مکتبہ جامعہ بمبئی) کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے کتاب کی طباعت میں سب سے زیادہ دلچسپی لی، اگر ان کی مدد شاملِ حال نہ ہوتی تو شاید کتاب کی طباعت میں اور زیادہ دیر لگتی۔

عبدالستار دلوی

بمبئی یونیورسٹی
۲۰ ستمبر ۱۹۶۱ء

مُقَدَّمہ

ہندوستان میں مسلم حکومت کا قیام تاریخ ہند کا اہم ترین واقعہ ہے، ہرشں وردھن کی وفات کے بعد ہندوستان تقریباً پانچ سو سال تک سیاسی انتشار کا شکار رہا، مسلمانوں کی آمد کے بعد اسے پہلی مرتبہ سیاسی وحدت حاصل ہوئی، مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں ایک زندہ جاوید قوم کی حیثیت سے ہندو سماج کو اپنے تہذیب و تمدن اور معاشرتی و سیاسی نظام سے متاثر کیا، تاہم وہ گوناگوں وجوہات کی بنا پر اسلامی ریاست قائم نہیں کر سکے اور نہ ہی ایسے معاشرے کی تعمیر میں کامیاب ہو سکے جو یہاں کے مقامی باشندوں کو اپنے اندر انگیز کر کے پیدا ہو سکتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ حالات نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے پر مجبور کر دیا۔ اکبر کے زمانہ میں اس تہذیبی مسئلہ کے حل کی سیاسی صورت پیدا کرنے کی بھی کوشش کی گئی، لیکن تاریخ ہند کے اس دور میں مقامی باشندوں کی سلطنتِ دلی سے بد دلی کے باوجود عام مسلمانوں سے ان کے تعلقات خاصے خوشگوار ہو گئے۔ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن بنا کر یہاں رہنے آئے ہیں ان کے دل

بڑی حد تک نسلی تعصب کے جذبے سے پاک ہیں اور مذہبی تعصب اور فتح مندی کا غرور رفتہ رفتہ کم ہوتا جاتا ہے تو ان کی وحشت مسلمانوں سے گھٹتی گئی، ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی منافرت دور کرنے اور انہیں ایک دوسرے سے قریب تر لانے میں خود مختار مسلمان حکمرانوں کے علاوہ مسلمان صوفیوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے[1]۔ انہوں نے دنیا کی مال و متاع سے ہٹ کر اور زندگی کی آلائشوں سے بلند ہو کر ایک ایسا مطمح نظر قائم کیا کہ جس سے اسلام کا پیغام ہندوؤں تک پہنچایا جا سکے، ساتھ ہی مسلمانوں میں مذہبی شعور، رواداری، حسن و اخلاق، وسیع النظری اور اخوت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی تاکہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے درمیان مذہب و نسل کے نام پر پیدا ہوئی خلیج کو پر کیا جا سکے۔ چنانچہ ان صوفیہ کرام نے اسلام کے عقیدۂ توحید کو ہندوؤں کے سامنے وحدت الوجود کے رنگ میں پیش کیا، جس میں انہیں ویدانت کی جھلک دکھائی دی اور وہ مسلمانوں کے قریب ہو گئے، ساتھ ہی اسلام کے معاشرتی نظام، انسانی ہمدردی اور مساوات نے بھی انہیں متاثر کیا۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد اور میل جول کی فضا پیدا ہو گئی۔

"عام روایتوں اور تاریخی شہادتوں سے پتا چلتا ہے کہ جنوبی ہند میں نویں صدی عیسوی اور گیارہویں صدی عیسوی کے درمیان مسلمان عرب بہت بڑی تعداد میں آباد ہو چکے تھے اور اپنے نئے وطن کی زمین میں مضبوطی سے جڑ پکڑ چکے تھے، چونکہ یہ لوگ امن پسند دیانت دار تاجروں کی حیثیت سے آئے تھے

---

[1] ڈاکٹر عابد حسین قومی تہذیب کا مسئلہ جولائی ۵۵ء ص ۱۰۹

اس لئے ہندو راجا اور پرجا کے دلوں میں ان کی بڑی قدر تھی۔ ان لوگوں کو نہ صرف اپنے مذہبی عقیدے اور عمل میں بلکہ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے بارے میں بھی پوری آزادی حاصل تھی اور وہ اس سے پورا فائدہ اٹھاتے تھے ابتدائی عہد کے پرجوش مسلمان جہاں کہیں گئے انہوں نے علاوہ اس اثر کے جو براہ راست اسلام کی تعلیم سے پڑتا تھا بالواسطہ یہ اثر ڈالا کہ لوگوں کے دلوں میں مذہبی احساس کی دبی ہوئی آگ کو بھڑکا دیا اور ان کی مذہبی زندگی میں حرکت اور ہیجان پیدا کر دیا۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ جنوبی ہند میں بھگتی کی تحریک جو صوفی شاعروں سے شروع ہو کر رامانج کے فلسفے کی شکل میں تکمیل کو پہنچی اور تجدیدِ ویدانت کی تحریک جو شنکر اچاریہ کے ہاتھوں پروان چڑھی دونوں کسی حد تک اس عام بیداری کا نتیجہ ہوں جو اسلام کے سابقے نے پیدا کر دی تھی۔"

آٹھویں صدی عیسوی میں شنکر اچاریہ نے ویدانت کو از سرِ نو زندگی عطا کی اور اتر ممانسا کی تفسیر لکھی اور ہندوؤں کے فلسفیانہ اور مذہبی عقائد کو ایک ہی فلسفۂ فکر کی مختلف کڑیاں ثابت کر کے مدلل اور مربوط طور پر محکم فلسفہ کی تشکیل کی۔

جنوبی ہندوستان میں اسلام نے ہندو عقائد پر جو اثر کیا اس سے متعلق ڈاکٹر تارا چند اپنی "اہلِ ہند کی مختصر تاریخ" میں رقم طراز ہیں

"جنوب میں جہاں مسلمان پہلے بسے ہندوؤں کے مذہبی و معاشرتی خیالات میں تبدیلیاں شروع ہوئیں۔ بہت سی تبدیلیاں شنکر اچاریہ، شیوا اور وشنومت کے سادھوؤں کی وجہ سے تھیں۔ رامانج نے ان کا خاص اسلوب ترتیب دیا۔ اور

بھگتی کی تحریک کو اس کے فلسفے سے ایک بنیاد مل گئی۔ اس کے پیروؤں نے اس تحریک کو تمام ہندوستان میں پھیلا دیا۔ بھگتی یا پریم اور عبادت کا مذہب جو آہستہ آہستہ شمال اور جنوب کے تمام ہندوؤں میں پھیل گیا، ایک لحاظ سے اپنشد اور بھگوت گیتا کی تعلیمات پر مبنی تھا، لیکن ازمنہ وسطیٰ میں اس کی مقبولیت اسلامی اثرات کی وجہ سے ہوئی۔ بھگتی کے پرانے پہلوؤں پر اسلامی اثرات کی وجہ سے زیادہ زور دیا جانے لگا اور کئی پہلو تو اسلام سے اخذ کئے گئے تھے۔" پروفیسر نجیب اشرف ندوی اسلامی تصوف اور ویدانت کے تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اشاعتِ اسلام کا کام صوفیوں نے جو باہمہ و بے ہمہ کی زندہ مثال، وسیع المشرب آزاد خیال اور روادار ہوتے تھے شروع کیا۔ ہندوؤں نے بھی اس رنگ کو اختیار کر لیا۔ رامانند، گرونانک، سوامی چیتنیا اس قسم کے گرو تھے۔ انہوں نے نہ صرف "ویدانتی توحید" اور متصوفانہ "فنا فی اللہ" کے اصول کو عام کر دیا، بلکہ اپنی برادری میں داخل ہونے کے لئے ہندو و مسلمان کی قید بھی اٹھا دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے معتقدین میں نہیں بلکہ خلفا میں ہم کو مسلمان نظر آتے ہیں۔ کبیر پنتھی، داؤد پنتھی وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں۔"

مسلمانوں کا پہلا قافلہ ۱۵ھ/۶۳۶ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بحرین اور عمان کے گورنر عثمان ثقفی کے حکم سے ہندوستان آیا اور تھانہ (بمبئی) کو اپنا مامن بنا لیا۔ اسی زمانہ میں بھروچ (گجرات)، اور دابھول (کوکن) میں بھی بحری بیڑے آئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہندوستان آنے کے بری

راستے معلوم کرنے کی خاطر بعد میں انہیں روک دیا۔[1] لیکن محمد بن قاسم کی فتح سندھ (۷۱۱ء) کے بعد عرب مسلمانوں نے ساحلی علاقوں پر اپنی اپنی بستیاں آباد کیں جو حجاج بن یوسف کے استبداد سے اور بنی ہاشم کے طرفدار ہونے کی وجہ سے ہندوستان آئے ان میں سے جو لوگ کوکن کے ساحلی علاقہ پر آباد ہوئے انہیں نوائط (نو وارد) کہتے ہیں اور جو راس کماری کے مشرق میں آباد ہوئے وہ لبّے LABBLES کہلائے۔

مغربی ساحل پر ان عرب مسلمانوں نے اپنے حلقہ اثر کو کافی وسیع کیا۔ انہوں نے سندھ، کاٹھیاواڑ، گجرات اور کوکن کی ساحلی بندرگاہوں پر اپنی تجارتی منڈیاں قایم کیں۔ ڈاکٹر تاراچند کا بیان ہے کہ مسلمان گیارھویں صدی عیسوی تک ان حدود سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ ان اضلاع میں مسلمانوں کی بستیاں تھیں اور تقریباً ہر ایک کی ایک ایک مسجد بھی تھی۔[2] ریاست مہاراشٹر کی جن بندرگاہوں میں مسلمان آباد تھے ان میں تھانہ، مہائم، سوپارہ، صیمور اور داابھول خصوصیت سے شہرت رکھتے ہیں۔ صیمور جو کوکن کے ضلع قلابہ میں چیول یا چاؤل کے نام سے مشہور ہے بڑی شہرت اور اہمیت کا حامل ہے۔ مشہور عرب سیاح مسعودی کے بیان کے بموجب جنہنے ۹۱۶ء میں ہندوستان کا سفر کیا، فقط چاؤل (قدیم صیمور) میں دس ہزار مسلمان آباد تھے جن میں سے کچھ منہ بنانی تھے

---

(1) DR. TARACHAND INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE PAGE. 31.

(2) DR. TARACHAND INFUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE PAG. 44

اور کچھ بیرونی ممالک سے آئے ہوئے تھے۔ ابن حوقل (۹۶۸ء) اور دولاف مہلہل کا بیان ہے کہ انہوں نے دیگر ساحل بندرگاہوں کے ساتھ جس میں مسلمان آباد تھے صیمور (چاؤل) میں بھی مسجدیں دیکھیں۔[1]

سیاسی اغراض سے مسلمان تیرہویں صدی عیسوی کے آخر میں علاؤالدین خلجی کے ساتھ مہاراشٹر میں آئے اور دولت کو گھیر لیا اور راجہ رام دیو کو جو یہاں کا حاکم تھا صلح کرنی پڑی۔ علاؤالدین کے بعد محمد تغلق نے ادھر کا رخ کیا اور دولت آباد کو ہندوستان کا پایہ تخت بنا کر ساری دلّی کو یہیں گھسیٹ لایا مگر بہت جلد ہی دکن کی سلطنت اس کے ہاتھ سے نکل کر بہمنوں کے ہاتھ میں چلی گئی، جنھوں نے بہت جلد انتظامی امور کو قابو میں کرکے اپنے حسن سلوک اور رواداری سے عوام کے دلوں کو مسخر کیا۔ بہمنی حکومت کے زوال کے بعد بیجاپور، گولکنڈہ، احمد نگر، بیدر اور برار کی سلطنتوں میں بھی ہندوؤں کو اعلیٰ منصب ملے اور حسابات مالگذاری انہیں کی زبان میں لکھے جانے لگے۔ گویا ایک ایسی ملکی حکومت قائم کی گئی جس کا ذات پات، رنگ و نسل اور مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا اور ہندو مسلمان اس میں برابر کے شریک تھے۔ برصغیر ہندو پاک میں ہندو مسلمانوں کے اتحاد کی یہ پہلی یادگار ہے۔ اسی زمانے میں مسلمان صوفیا بھی پالکی کے ساتھ دکن تشریف لائے۔[2] دکن میں رائج الوقت سلسلوں کے پہلے بزرگ جنھوں نے بقول شیخ محمد اکرام

---

(1) DR. TARACHAND INFLUENCE OF ISLAM ON INDIAN CULTURE. PAG. 30.45

(2) شیخ محمد اکرام: آب کوثر مطبوعہ ۱۹۵۰ء، ص

شمال اور جنوب کے درمیان ربط قائم کیا شیخ منتخب الدین زرزری زر بخش چشتی قدس سرہٗ تھے وہ ہانسی کے رہنے والے اور شیخ جمال الدین ہانسوی کے خواہر زادہ تھے۔ شیخ کبیر حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے مرید تھے بابا صاحب نے ایک غیبی اشارے کے ماتحت انہیں دیوگیر (دولت آباد) کی طرف اس وقت بھیجا جب یہاں ہنود کا غلبہ تھا۔ ابتدا میں ان کی بڑی مخالفت ہوئی لیکن وہ ہمت اور استقلال سے اپنے کام میں مشغول رہے اور بالآخر یہیں ۷۰۹ھ میں وفات پا گئے۔ بقول خزینۃ الاصفیا معارج الولایت کا بیان ہے کہ آپ کی وفات ۶۹۵ھ میں ہوئی۔ شیخ منتخب الدینؒ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد شیخ برہان الدین بھی دیوگیر (دولت آباد) تشریف لائے جو اس سے قبل دہلی میں رہتے تھے۔ آپ نے ۷۳۷ھ میں وفات پائی۔ [1]

مہاراشٹر کے مختلف اضلاع میں ایسے مزار موجود ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ پالکی کے ساتھ دکن میں آئے۔ ان میں سے ایک شاہ بدر الدین چشتیؒ ہیں جو ۱۴۱ھ میں کوکن کے قلعہ پرینڈہ کے قریب شہید ہوئے۔ ایک اور بزرگ شاہ خرم قتالؒ نے خاندیش میں تبلیغ و اشاعت کی اور علاقہ خاندیش میں ارنڈول میں ۷۴۳ھ کے قریب انتقال فرمایا۔ شاہ خرم قتالؒ کے رفقا میں ایک بزرگ شاہ ولیؒ (معروف بہ شاہ واری) تھے، یہ بھی خاندیش (مہاراشٹر) میں ضلع کوٹھل میں مدفون ہیں۔ آپ کا سالِ وفات ۷۲۵ھ ہے۔ شہر پونا میں شیخ صلاح الدین عرف شیخ صلان چشتیؒ تھے جنہوں نے ۷۵۹ھ میں وفات پائی۔ ان بزرگوں کے علاوہ بھی

[1] شیخ محمد اکرام: آبِ کوثر طبع سوم ص ۴۱۲

مہاراشٹر کے مختلف اضلاع میں صوفیائے کرام تبلیغ و اشاعت کا کام کر رہے تھے، مصنف آبِ کوثر کے بیان کے مطابق "سرکاری گزٹیئر" میں لکھا ہے کہ حضرت سید گیسو دراز (جو اردو کی اولین نثری کتاب معراج العاشقین کے مصنف ہیں اور گلبرگہ میں جن کا مزار ہے) نے پونہ اور بلگام کے کئی لوگوں کو مسلمان کیا (آرنلڈ) ان کے علاوہ اور بھی کئی داعیانِ اسلام گزرے ہیں جن کے نام اولیا کے تذکروں میں نہیں آئے لیکن انہوں نے اشاعت اسلام کے لئے ٹھوس کام کیا۔ ان میں سے بمبئی کے مغربی ساحل پر علاقہ کوکن میں شیخ بابا عجبؒ نے مدتوں اشاعت اسلام کی۔ آپ کا مزار ضلع تھانہ کے پر فضا مقام قصبہ دھانو میں ہے ضلع دھاروار کے کئی جولاہے ایسے ہیں جن کے بزرگوں نے سید ہاشم گجراتی کے زیر اثر اسلام قبول کیا۔ ضلع ناسک میں شاہ محمد صادقؒ، سرمست حسینیؒ اور خواجہ ضمیر جیبیؒ کامیاب داعیانِ اسلام تھے۔ بلگام میں دو داعیانِ اسلام سید محمد بن سید علیؒ اور سید عمر عیدروسؒ کا نام اب تک ادب سے لیا جاتا ہے۔ ضلع ستارہ کے جنوبی حصہ میں اسلام پور مسلمانوں کا ایک بارونق قصبہ ہے یہاں کے لوگوں کو ایک نو مسلم پیر نے مسلمان کیا، جن کا ہندوانہ نام شمبوا یا کوشی تھا اور جن کی درگاہ آج بڑی مقدس سمجھی جاتی ہے (آرنلڈ) ان کے علاوہ شیخ عین الدین گنج العلوم بیجاپوریؒ متوفی ۷۹۵ھ جو بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں اور جن کا مزار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ تذکروں سے ان کا دولت آباد میں رہ کر تبلیغ و اشاعت کرنا بھی ثابت ہے۔ اہل نوائط میں سے حضرت مخدوم علی مہائمیؒ پیرو کی شخصیت صوفیائے کرام میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ شیخ علی جو مخدوم علی مہائمی کے نام سے مشہور ہوئے مہائم (بمبئی) میں پیدا ہوئے اور

تحصیل علم و سیر و سیاحت کے بعد مہائم کے فقیہہ مقرر ہوئے۔ مولانا عبدالحی مرحوم ناظم ندوہ لکھتے ہیں "میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ کے سوا حقائق نگاری میں ان (شیخ علیؒ) کا کوئی نظیر نہیں" [1] آپ محی الدین عربیؒ کے پیرو اور وحدت الوجود کے قائل تھے۔ آپ نے تبصیر الرحمٰن کے نام سے قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے۔ آپ نے چند اور بھی کتابیں تالیف کی ہیں جن میں ایک اسرار شریعت میں ہے اور باقی تصوف پر ہیں۔ آپ نے محی الدین ابن عربیؒ کی عوارف المعارف اور فصوص الحکم کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ فروری ۱۴۳۱ء میں انسٹھ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ مہائم میں آپ کا مزار ہزاروں کی زیارت گاہ ہے۔

ریاست مہاراشٹر میں مسلم صوفیا کی اس مختصر تاریخ کے پیش نظر عین ممکن ہے کہ ان بزرگانِ اسلام نے اپنے پیغام سے ہندوؤں کو بھی متاثر کیا ہو اور دیگر ریاستوں کی طرح مہاراشٹر میں بھی بھگتی وادی ہندو صوفیوں نے وحدت الوجود کے فلسفے سے متاثر ہو کر ایسے نغمے الاپے ہوں جن سے وحدانیت کا رنگ جھلکتا ہے۔

مہاراشٹر میں ویدانتی وحدانیت (بھگتی تحریک) کی تاریخ کافی قدیم ہے۔ اس ضمن میں قدیم ترین نام نام دیو کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نام دیو جو مرہٹی شاعری کے ابو الآبا گیانیشور (ज्ञानेश्वर) کے ہم عصر تھے ۱۲۷۰ء میں نرسی گاؤں (ضلع کراڈ) میں پیدا ہوئے ان کے والد داما سیٹھ درزی تھے۔ یہ ایک غریب گھرانہ کے فرد تھے اور بچپن ہی سے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایک روایت کے مطابق گیانیشور

---

[1] شیخ محمد اکرام: آبِ کوثر مطبوعہ ۱۹۵۸ء، ص ۵۱۱

اور نام دیو نے بلکہ ہندستان کے مقدس مقامات کی زیارت کی اور یہاں سے لوٹنے کے بعد ۱۳۵۰ء میں انتقال کیا۔ نام دیو کی مناجاتوں [1] (अभंग) میں روحانی کیف اور سرور ہے انھوں نے وحدانیت کا پرچار کیا اور بت پرستی، ذات پات، رسم و رواج کی مخالفت کی اور بھائی چارہ اور مساوات پر زور دیا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"چاہے میں زندہ رہوں یا نہ رہوں پانڈورنگ (خدا) میں میرا عقیدہ راسخ رہے گا۔ اے پنڈھری (پنڈھر پور) کے خدا، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تیرے قدموں سے ہمیشہ چمٹا رہوں گا۔ تیرا مقدس نام ہمیشہ میری زبان پر رہے گا اور تیری محبت میرے دل میں قائم و دائم رہے گی۔ اے خدا (کیتو) نام دیو نے یہ عہد کیا ہے تو اس کی مدد فرما کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہ سکے۔"

نام دیو کی شاعری یہ اور اسی قسم کے ان گنت ابھنگوں سے بھری ہوئی ہے جو اس کی وحدانیت کے آئینہ دار ہیں۔ نام دیو کے دیگر افرادِ خانہ بھی نام دیو کے معتقد تھے اور اس کے ہم عصر مہاراشٹری صوفی مثلاً گورا کمار، نرہری سونار، کرم داس وغیرہ بھی نام دیو کے معتقدین بلکہ مقلدین سے تھے۔ نام دیو کی تعلیمات عوام اور خواص دونوں میں مقبول تھیں۔

نام دیو کے بعد ایکناتھ دوسری بلند قامت شخصیت ہے جن کی تعلیمات کا دائرہ مہاراشٹر میں کافی وسیع ہے۔ وہ نام دیو کے انتقال کے قریب دو سو سال بعد ۱۵۴۸ء میں پیٹھن میں پیدا ہوئے ان کی تعلیمات کا ماحصل بھی نام دیو کی طرح یہی ہے کہ کائنات میں صرف ایک بزرگ اور بالا ہستی ہے جو اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ انھوں نے بھی ذات پات اور رسم و رواج کی مخالفت کی اور مساوات پر زور دیا۔ نام دیو

کے بعد مہاراشٹر کے ہندو صوفیا میں سب سے بزرگ اور عظیم شخصیت مہاتما تکارام کی ہے۔ وہ پونہ کے قریب دیہو گاؤں میں سنہ ۱۶۰۸ء میں شودر گھرانے میں پیدا ہوئے مرہٹی کے دوسرے دو صوفی شاعر مکتیشور اور رام داس کا سال پیدائش بھی یہی ہے ۱؎ تکارام کے اجداد میں سے وشوامبھار سے تکارام تک سب پنڈھرپور کے وٹھوبا کے معتقدین میں سے تھے لیکن تکارام کی وٹھوبا سے عقیدت اور شیفتگی مثالی سمجھی جاتی ہے۔ تکارام کے والد کا نام بولہوبا اور ماں کا کانا کائی تھا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ نام دیو ہی دوبارہ تکارام کی شکل میں آئے تھے۔ وہ جب تیرہ سال کے تھے تب ان کے والد نے اپنا کاروبار ان کے حوالے کیا لیکن والد کے انتقال کے بعد انہوں نے ضرورت مندوں میں اپنا سارا سرمایہ تقسیم کر دیا۔ اسی اثنا میں مہاراشٹر میں سخت قحط پڑا جس میں تکارام کی بیوی اور لڑکے کا فاقوں سے انتقال ہو گیا اور دوسرے سال سارے مویشی مر گئے۔ تکارام ان واقعات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے آخرکار دنیاداری کو خیرباد کہہ کر دیہو کے قریب ایک پہاڑی میں اپنی زندگی خدا کی لو اور عبادت میں گزارنے کا تہیہ کیا۔ تکارام کی مذہبی اور عبادت گزارانہ زندگی کی وجہ سے لوگ ان سے بہت متاثر لیکن برہمن ان کی عوام میں شہرت و مقبولیت سے خائف رہنے لگے اور طرح طرح

۱؎ مرہٹی ادب کا تیسرا دور جو اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے مرہٹی ادب کا سنہری دور کہلاتا ہے مہاتما تکارام، مکتیشور اور رام داس ہی سے عبارت ہے اور یہ تینوں صوفی شاعر اس مثلث کے تین زاویے ہیں۔ ان میں سے رام داس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

کی ایذائیں دینے کے منصوبے بنانے لگے شیواجی جس کی قسمت کا ستارہ ابھی طلوع ہو رہا تھا، تکارام کی تعلیمات سے بہت متاثر ہوا اور ان کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گیا۔ تکارام نے اوتار وٹھوبا کی پرستش، صحیح مذہب کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش اور عالمی ہمدردی اور مساوات کی تعلیم دینے کے بعد سنہ ۱۶۴۹ء میں اکتالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

تکارام کی تعلیمات میں اسلامی تصوف کا گہرا رنگ پایا جاتا ہے اس بیان کی تصدیق تکارام کی متعدد مناجاتوں (अभंग) سے ہوگی جن کی تعداد پانچ ہزار سے آٹھ ہزار بتائی جاتی ہے۔ ان میں بہت سے خدا کی حیثیت، اس کا دنیا اور انسان سے تعلق، انسان کی منزل مقصود، حقیقتوں کو پانے کے طریقے ذات پات اور رسم و رواج جیسے موضوعات پر محیط ہیں۔ ۱؎

۱؎ ہر صبد ارکر کی کتاب ولشنا وزم اینڈ شیوازم کے مطابق مہاراشٹر میں نام دیو کے گرد گھیرے پہلے شخص ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوئے انہوں نے مورتی پوجا کی سخت مذمت کی اور بتایا کہ خدا کا وجود ذرے ذرے میں پوشیدہ ہے۔ یہاں پر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ جس طرح ہندو مسلمانوں کے عقائد سے متاثر ہوئے وہیں پر بہت سے مسلمانوں نے بھی ہندو فلسفہ کا اثر قبول کیا اس ضمن میں مرہٹی کے مشہور مسلمان شاعر شیخ محمد اور ان کے شاگردوں کے نام پیش کئے جاسکتے ہیں وہ جہاں رمضان کے روزے رکھتے تھے وہیں پر "ایکادشی" کو پوجا پاٹ بھی رکھتے اور خانہ کعبہ کے ساتھ پنڈھرپور کی زیارت بھی کرتے تھے۔

• ذولسانی صوبہ بمبئی کی تقسیم کے بعد مہاراشٹر میں اُردو زبان کو جو ثانوی حیثیـ
ملی ہے وہ کچھ کم خوش آئند نہیں ہے۔ ہمسایہ زبانوں کا ہمیشہ سے ایک دوسرے سے بڑا گہرا تعلق ر
ہے، جس کی بنا پر ایک زبان جاننے والے لوگ دوسری زبان کے لوگوں کو سمجھ کر اپنی یگانگـ
کی بنیادوں کو استوار کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو سمجھنے اور احساسات و خیالات میں ہم آہنـ
پیدا کرنے کے لئے سب سے موثر طریقہ زبان و ادب کا مطالعہ ہی ہوتا ہے۔ مہاراشٹر میں اُردو
داں طبقہ مراٹھی داں کو اور مراٹھی زبان و ادب سے تعلق رکھنے والے اُردو نواز طبقے کو سمجھنے
کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس ادبی و ثقافتی لین دین میں مراٹھی زبان و ادب کے جاننے
والوں نے جو پہل کی ہے وہ لائقِ ستائش ہے۔ اُردو اور اُردو والوں سے حکومت اور
مراٹھی جاننے والے عوام اور ادیبوں کی یہ دلچسپی مہاراشٹر میں اُردو کے شاندار مستقبل کی غماز ہے۔

مراٹھی اخبارات و رسائل میں آئے دن اُردو فن پاروں کے ترجمے شائع ہوتے
رہتے ہیں۔ مراٹھی بولنے والوں میں دوسرے ادبیات کے ساتھ ہی ساتھ اُردو ادب
سے متعلق نئی نئی معلومات حاصل کرنے اور ترجمہ کرنے کا شوق بڑی تیزی سے عام ہوتا جا رہا
ہے۔ اور یہ ترجمے بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھے بھی جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں پریم چند اور سدرشن
سے لیکر کرشن چندر، احمد عباس اور منٹو کے افسانوں کے ترجمے، عظیم بیگ چغتائی کے تراجم
مضامین اور خواتین میں نذر سجاد حیدر سے لیکر واجدہ تبسم اور جیلانی بانو کے افسانے مقبولیت اور
دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ صنفِ شعر میں بھی میر، غالب، نظیر اکبرآبادی، اکبر، داغ اور
جدید شعراء میں اقبال، چکبست اور جوش کو حیرت انگیز حد تک مقبولیت حاصل ہے۔ اُردو
زبان و ادب سے مراٹھی میں ترجمہ کرنے والوں میں سیتو مادھو راؤ پگڑی جو اُردو، فارسی اور دنیا
پر دسترس رکھتے ہیں۔ اور یہ دیوانِ غالب کا مراٹھی ترجمہ اور مراٹھی میں اُردو شاعری کا تعارف پیش

۱۔ مراٹھی کے جن رسائل میں اردو زبان و ادب سے متعلق مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں ان میں ماہنامہ "اردو ت"
جو ناسک سے شائع ہوتا ہے خصوصیت کا حامل ہے۔

پیش کر چکے ہیں۔ ایک گرانقدر شخصیت ہیں۔ ان کے علاوہ را۔ بھ۔ جوشی مصنف "انوکھی واٹا"
اور میلا و شریف، وِدیا دھر گوکھلے، شری نِروِ نے وہ اہم شخصیتیں ہیں جو اُردو اور مراٹھی کو اپنے
تراجم کے ذریعہ قریب تر لانے کی سعی کر رہے ہیں۔

مراٹھی سے اُردو میں ترجمہ کرنے کی تحریک آج سے تقریباً ڈھائی سو سال قبل پیدا
ہوئی تھی جبکہ شاہ تراب نے رام داس کے مشہور زمانہ شلوک "منوبودھ" یا "مناچے شلوک"
کو "من سمجھاون" کے نام سے دکنی اُردو میں ترجمہ کرکے ہمارے سامنے پیش کیا تھا۔ افسوس کہ
آج وہ اندازِ عشق و جنوں اُردو والوں میں دھیما پڑتا جا رہا ہے۔ تاہم امید ہے کہ اُردو داں
حضرات بھی اس کی متوجہ ہوکر مراٹھی ادب کے اعلیٰ فن پاروں کے ترجمے پیش کر کے اپنی دیرینہ
خوشگوار روایت کو ترویج دیں گے۔

"من سمجھاون" جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے، مراٹھی کے سب سے بڑے
سنت شاعر رام داس کی "منوبودھ" یا "مناچے" شلوک کا اُردو روپ ہے۔

رام داس اور اسکی تعلیمات:- رام داس کا اصل نام "نارائن" ہے۔ یہ ۱۶۰۸ء
میں ضلع ناسک کے جامبھ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سوریاجی پنت، ماں کا
رانوبائی اور لقب ٹھوسار تھا۔ رام داس اپنے بھائی گنگا دھر عرف رامی رام داس سے عمر
میں تین سال چھوٹے تھے۔ اور رام کے عقیدت مند ہونے کی حیثیت سے رام داس کہلائے
یہ رام داس سوامی سمرات یا صرف سمرات (طاقت ور راجہ) بھی کہلائے۔ رامی رام داس کی
شادی امبیکر دیشپانڈے کی لڑکی پاروتی سے ہوئی۔ جب گنگا دھر عرف رامی رام داس عمر میں کچھ
بڑے ہوگئے تو ان کے والد نے انہیں منتر سکھانے کا ارادہ کیا۔ رام داس کو جب اس کا پتہ
چلا تو انہوں نے بھی منتر سیکھنے پر اصرار کیا۔ لیکن والد نے ان کی کم عمری کی وجہ سے ان کی اس
ضد کو نظر انداز کیا۔ رام داس کو یہ چیز بری معلوم ہوئی اور وہ غصے سے گھر سے نکل پڑے۔ چلتے
چلتے راستے میں ندی آئی جو اپنے زور و شور سے بہہ رہی تھی لیکن رام داس نے دل میں کسی قسم کا خوف نہ

خطرہ محسوس کرتے ہوئے ندی کو تیر کر عبور کرنے کے خیال سے اس پر زور ندی میں چھلانگ لگا
ندی چونکہ زوروں پر تھی لہٰذا وہ بڑی مشکلوں سے تیرتے ہوئے کنارے لگے ۔ یہاں پر انہیں ایک
برہمن نے دیکھا اور اس کی حالت پر رحم کھا کر انہیں کھانا کھلایا اور کپڑے دیئے ۔۔ لڑکا "رام دا
پھر ندی کنارے سے اپنی منزلِ مقصود کی طرف بڑھا ۔ یہاں تک کہ اسے پنچوٹی (ناسک) کا
علاقہ ملا جہاں رام کا مندر تھا ، چنانچہ رام داس نے یہیں پر اقامت اختیار کی ۔

رام داس نے یہیں شری رام کی عبادت کرنے اور ان کی دعائیں لینے کا ارا
کیا اور پنچوٹی کے قریب ٹانکلی گاؤں میں بارہ سال تک عبادت کی ۔ اسی اثنا میں ایک رات
جبکہ وہ عبادت میں مصروف تھے انہیں رام کا درشن ہوا اور دنیا کی ہنگامہ آرائیاں دیکھیں
چنانچہ رام کے درشن کے بعد سارے ملک میں تیرتھ یاترا کرتے ہوئے ملک کا سارا حال
جاننے کا ارادہ کیا اور وہاں نکل پڑے ۔

بچپن میں ایک دن رام داس کو خیالات میں گم دیکھ کر ان کی ماں نے دریافت
کیا کہ وہ اس قدر کس فکر اور خیالات میں گم ہیں ۔ رام داس نے جواب دیا کہ وہ ساری دنیا کی فکر
میں ہیں ۔ انہوں نے اپنے سفر کے دوران میں یہ محسوس کیا کہ بڑے اور طاقتور چھوٹوں اور
کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں ۔ اور انصاف دنیا سے ختم ہو چکا ہے ۔ ملک کی بدحالی اور لوگوں
کی تکالیف دیکھ کر انہوں نے شری رام سے اس کی وجہ جاننی چاہی ۔۔ برہمنوں کی طرف سے
بھی وہ مایوس ہو چکے تھے کہ وہ ہندو سماج کے گرو ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ سے دور رہتے
جن کو وہ جوتیوں کے برابر سمجھتے تھے انہیں کے جوتے وہ اپنے سر پر رکھے ناچ رہے تھے اور
ان کے پیروں کی دھول اپنی پیشانی پر مل رہے تھے ۔ انہوں نے مذہبی گروہوں کی مذہب اور
زندگی سے دوری کو مذہب اور سماج کے حق میں خطرناک سمجھ کر ان پیدا ہوئی کمزوریوں کو دور کرنے
کے طریقے معلوم کئے ۔ اور ملک کے طول و عرض میں مٹھ قائم کئے جہاں سے رام داس کے چیلوں
نے ان کی تعلیمات کو عام کیا ۔

رام داس کی تعلیمات کو عوام سے روشناس کرانے کے لئے ان کے چیلوں اور شاگردوں

نے اہم کردار ادا کئے ہیں ۔ رام داس کے ان بے شمار چیلوں میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں
اور جن میں سے متعدد نے تجرد کی زندگی بسر کی اور اپنی زندگی کو اپنے مشن کے لئے وقف کیا ۔ رام داس
کے ان شاگردوں میں ادھو گوسوامی[1] ، کلیان سوامی ، اننت کوی بھیم سوامی ، ستو با سوامی اور
کیشو داس سوامی اور خواتین میں ولینو بائی ، اکا بائی اور بہینا بائی خاص طور سے اہمیت و شہرت
رکھتے ہیں ۔ اس سلسلے میں شیواجی کی شخصیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو رام داس کی تعلیمات
سے سب سے زیادہ متاثر ہو کر عظیم مہاراشٹر کے منصوبے بنانے لگا ۔

رام داس نے اپنی زندگی کے آخری ایام پارلی کے قلعے میں بسر کئے جہاں پر رام داس
سے نیاز حاصل کرنے کے لئے رام داس کے عقیدت مند سادھو سنتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ
لگا رہتا تھا ، چنانچہ اسی مناسبت سے بعد میں پارلی سجن گڑھ (نیکی کا قلعہ) کے نام سے مشہور ہوا ۔
رام داس نے ۱۶۸۱ء میں اسی سجن گڑھ میں وفات پائی ۔

مہاراشٹر کے دیگر صوفیا کی طرح رام داس نے زندگی سے بیزاری کا درس نہیں دیا بلکہ
زندگی کو بنانے اور سنوارنے کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا ۔ وہ لوگوں میں رہ کر لوگوں کے لئے کام
کرنے کے قائل تھے ۔ عام طور سے سادھوؤں اور سنتوں نے خاندانی زندگی اور بیوی بچوں سے
بیزاری ظاہر کی ہے ۔ لیکن رام داس اس ضمن میں مہاراشٹر کا وہ ممتاز سادھو ہے جس نے اس منفی
نظریۂ حیات کی سخت مخالفت کی اور اسے اثباتی رنگ و آہنگ عطا کیا ۔ رام داس عمل کے قائل
تھے ۔ اس کے نظریہ کے مطابق عمل action ہی خدا ہے ۔ اور عمل کے ذریعہ افراد اور قومیں
بلندی اور عظمتوں کو پا لیتی ہیں ۔ غالباً رام داس کا یہ نظریہ مغل حکومت اور اورنگ زیب کی مخالفت
کے سلسلے میں پیدا ہوا ہے ۔ اورنگ زیب کے زور کو توڑنے اور مرہٹوں کو عسکری لحاظ سے
منظم کرنے میں رام داس کے اس نظریہ نے بڑی مدد کی ہے اور شیواجی رام داس کے قومی نظریے کی تجربہ

[1] تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو Ramdas and Ramdasee by W. S Deming اور
A Short History of Marathi Literature by M.K. Nadkerni

مرہٹہ قوم کو ترک وتزکیہ کے فلسفے سے دور کرنے کے سلسلے میں بھی اس قوم کو رام داس کی شاعری میں بڑا مواد فراہم ہوا۔ شیوا جی رام داس کے عظیم مہاراشٹر کے نظریہ کی عملی تکمیل کے لئے بہتر شخصیت تھی لہٰذا اپنے فلسفے کو پیش کرکے انہوں نے شیوا جی کی صلاحیتوں کو جلا دی، گویا رام داس کے خوابوں کی تعبیر شیوا جی کی شخصیت تھی۔

رام داس نے اپنی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے جو کتابیں تصنیف کیں ان میں داس بودھ

दास बोध منا چے شلوک मनाचे श्लोक اور رامائن रा माय णा

اہم ترین تصنیفات ہیں۔ پیش نظر نظم رام داس کی نظموں داس بودھ اور منا چے شلوک سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔ اس میں بھی غالب ترین اثر "منا چے شلوک" ہی کا ہے اور شاعر نے اسی کی مناسبت سے اس کا نام "من سمجھاون" رکھا ہے۔ مصنف کی صراحت کے مطابق یہ رام داس کی مراٹھی پوتھی کا جواب ہے اور اس نے اس کے سب رمز کھولے ہیں۔ چنانچہ شاہ تراب ابتدائے نظم ہی میں کہتے ہیں ؎

اِی اس کی من کی پوتھی کا جواب ہے
کہ جس کا رام داس جگ میں خطاب ہے
مراٹھی بات میں پوتھی وہ بولیا
میں اس کا رمز سب دکھنی میں کھولیا
بھی اس کا نام من سمجھاون ہے رکھا
ولیکن سر بسر ہندی سے بھکا

اس مختصر رسالہ کی ابتداء میں جو دیوان علیم اللہ، رموز الکا بین اور پنچھی باچا کے ساتھ مجلد ہے۔ اور کتب خانہ مدرسہ محمدیہ جامع مسجد بمبئی میں مخطوطہ کی صورت میں محفوظ ہے۔ صرف یہ جملہ "این رسالہ تصنیف از برہمن حسینی است مسمّٰی بہ من سمجھاون" سرخ روشنائی میں لکھا ہوا ہے اور حاشیہ میں پنسل سے "مصنف رسالہ کا تخلص تراب ہے۔ غالباً وہ کسی طائفہ فقراء میں شامل تھا جو حسینی برہمن کہلاتے ہونگے (دیکھو آخر میں)"

لکھا ہوا ملا ہے۔ نظم میں بھی شاعر نے جا بجا اپنا تخلص تراب استعمال کیا ہے۔

اس مخطوطہ کے آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے لیکن اسی جلد میں "دیوان علیم اللہ" اور "رموز الکابین" کے ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام عظیم الدین تحریر کیا ہے۔ اور اسی جلد میں خاتمہ پر کاتب نے "تمت الکتاب بعون اللہ الملک الوہاب از امداد رسول الثقلین تحریر یافت بروز دوشنبہ تاریخ ۲ شہر ذیقعدہ ۱۲۳۲ھ راقم الکلمات عظیم الدین برائے بیجے ایں کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر کسے دعویٰ کند باطل است" لکھا ہے۔ "من سمجھاون" کا خط بھی وہی ہے جس میں دوسرے مخطوطے تحریر ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس میں شبہ کیلئے کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ "من سمجھاون" بھی عظیم الدین ہی کا تحریر کردہ ہے اور سنہ کتابت اسی کے بموجب ۱۲۳۲ھ ہے۔ "من سمجھاون" کا ایک اور نسخہ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد میں محفوظ ہے جو ۱۲۱۱ھ میں قلمبند ہوا ہے۔ یہ نسخہ بمبئی کے نسخہ کے مقابلہ میں ناقص الآخر ہے اور جبکہ بمبئی کے نسخہ میں ۳۷۷ اشعار ہیں۔ نسخۂ حیدرآباد میں ۳۶۰ شعر ہیں۔

شاہ تراب برہمن حسینی المتخلص بہ تراب کے تفصیلی حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ البتہ ان کی شعری تخلیقات میں داخلی شہادتوں کے پیش نظر جو معلومات فراہم ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

تراب مدراس کے علاقے ترناملی کے رہنے والے تھے۔ قیاس غالب ہے کہ ان کی پیدائش ۱۱۲۰ھ کے ربع آخر یا بارہویں صدی کے ربع اول میں ہوئی ہوگی۔ اس لئے کہ شاہ تراب کی ایک نظم "گیان سروپ" کی کتابت جس کا مخطوطہ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد میں محفوظ ہے ۱۱۲۱ھ میں ہوئی ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے تئیں "بالک بالا" کہا ہے۔ اگر کتابت کی طرح اسی کو سنہ تصنیف بھی مان لیا جائے تو "بالک بالا" کے پیش نظر ان کی پیدائش کا زمانہ بہ وجہ بالا مذکور زمانہ (۱۱۲۰ھ کے قریب) ہوگا۔

؎ یہ تحریر مولوی محمد یوسف کوکن کی ہے جو ۱۹۰۳ء میں ناظم کتب خانہ تھے۔

اسی نظم کے آخر میں انہوں نے اپنے وطن مالوف ترنامل اور اس کے مشہور دیول کا ذکر
بھی مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے ؎

یہ گیان سروپ جو بولا ہوں — سب موتی اس میں رولا ہوں
جیوں چاول کنکر ڈھولا ہوں — ہور بھید ابھید سب کھولا ہوں

پھر بالک بالا بھولا ہوں
گُن پُتر جیو کے تولا ہوں

اے یاراں طرفہ سنو نقل — ہے کرناٹک[1] میں ترنامل
جل مشہور ہے جس کا دیول — اور دیول کا دیو ارناجل

اس ارناجل کوں مارکھنڈل
او بخشا دینگا سب مجے عمل

ہے ترنامل میں میرا مقام — ارناجل ہے کٹھن غلام
سب دیوتا میں بڑا ہے رام — ترمورت مجہ کو کرے سلام

سٹ (۹) اپس تمام
رکھ دھیان گرو کا یہی مدام

تراب شاہ میرانجی شمس العشاق اور شاہ برہان الدین جانم[2] کے سلسلے میں مرید تھے۔
اپنی نظم گیان سروپ" میں تراب نے اپنے "پیر بادشاہ حسینی نبیرۂ حضرت
امین الدین علی اعلیٰ خلف شاہ برہان الدین جانم کا ذکر بڑی عقیدت سے مندرجہ ذیل
الفاظ میں کیا ہے ؎

بقیہ حوالہ صفحہ ۲۶) مولوی صاحب بمبئی کے اہلِ ذوق حضرات میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کا ذاتی
کتب خانہ بھی تھا جس میں لاتعداد مخطوطے تھے جو اب "کٹھے کلکشن" کے نام سے بمبئی یونیورسٹی کی ملکیت ہیں ۔

مدح پیر بادشاہ صاحب حسینی

پیر بادشاہ صاحب بڑے ولی — ہیں دادا جن کے امین علی
جیوں خوشبو پھول کی کلی کلی — یوں مشہور ہیں وہ گلی گلی
سب تن کی کیلی وہاں کھلی — اب بھی ذکر ہے خلق جلی

جو پیر حسینی پیارا ہے
اسے تراب اس بلہارا ہے

پیر بادشاہ صاحب اولیا — ہیں ان سے حال اور قال لیا
وہ ہادی اپنا کرم کیا — من بھایا میرا دہی دیا
میں دوس کا جو شراب پیا — تن من کا جھگڑا چکا دیا

جو پیر حسینی پیارا ہے
اسے تراب اس بلہارا ہے

جو غفلت میں دن کھوتا جی — پھل ہاتھ بدی کے بوتا جی
نہیں مایا سوں چت دھوتا جی — پر مستی میں کیوں کھوتا جی
میں جس کے کارن روتا جی — اور امین علی کا پوتا جی

جو پیر حسینی پیارا ہے
اسے تراب اس بلہارا ہے

——— (۰) ———

بقیہ حوالہ صفحہ نمبر: [1] مدراس کرناٹک کا حصہ تھا

[2] حوالہ تذکرہ مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو
جلد چہارم صفحہ ۱۵ مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور

جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے تراب سلسلۂ چشتیہ سے متعلق تھے چنانچہ ان کی ایک متصوفانہ نظم "گلزارِ وحدت" میں اس کی صراحت ملتی ہے ؎

اسے تھے برہان الدین برہان ناطق — سراپا بلکہ تھے قرآن ناطق
بھی ان کا نورِ دیدہ اور ولی ہے — کہ جس کا نام امین الدین علی ہے
امین الدین علی کا نورِ عینی — شہنشاہ یعنی باباشاہ حسینی
بھی فرزندان کے ہیں حضرت علی پیر — کریں سجدہ جسے سب پیر ہو ابیر
اتھا حضرت علی کا نورِ دیدہ — او حضرت پیر پاشا حق رسیدہ

تراب نقشِ پائے آں ولی ہے
کہ جس کا جدا امین الدین علی ہے[12]

تصانیف :-

تراب پُرگو اور کثیر التصانیف شاعر تھے۔
ہم ذیل میں ان کی تصانیف کے نام درج کرتے ہیں جو مخطوطات کی صورت میں حیدرآباد، علی گڑھ اور بمبئی کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۱۔ گیان سروپ
۲۔ من سمجھاون
۳۔ ظہورِ تجلی
۴۔ گلزارِ وحدت
۵۔ گنج الاسرار[13]

(بقیہ حوالہ صفحہ ۹) محترمہ سیدہ جعفر صاحبہ نے شاہ تراب کے شاگرد اور مرید شاہ معین تجلی کے حوالے سے انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی تالیف ترجمہ دکھنی شرح جامِ جہاں نما الموسوم بہ فتح المعین و کلام المبین" میں انہیں "گنج الاسرار شاہ تراب چشتی" ہی لکھا ہے (ملاحظہ ہو آجکل جشن نمبر ۶۳ء)

۱۲ بقول سیدہ جعفر "اس سلسلہ کی صحت کا ثبوت ہمیں "مخزن الامین" از امین الدین علی ثانی و "کشف الامین" دیوانِ حسینی، تذکرہ ریاض اعظم از سید محمد موسوی، "مشکوٰۃ النبوت" از سید شاہ غلام علی سے بھی ملتا ہے۔ (آجکل ستمبر ۶۳ء)

جس طرح کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے، تراب اہلِ صوفیا میں سے تھے اور اسی لحاظ سے انسان دوستی، وسیع المشربی اور رواداری کو اپنے عین فرائض میں سے سمجھتے تھے۔ تراب کے مرشد پیر بادشاہ حسینی نے ان کے علم و عمل سے متاثر ہو کر ۱۱۵۰ھ میں انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر کے رشد و ہدایت کے لئے کرناٹک کے علاقے میں روانہ کیا۔ خلافت عطا ہونے کے اس واقعہ کو تراب نے اپنی ایک اور مثنوی "ظہورِ تجلی" میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

حضرت پیر بادشاہ عالی جناب — ایک دن خلوت منے او آفتاب
اس غلامِ کمترین کے تیئں بلائے — سر سوں تا پشت اوپر قدرت پھرائے
بھی کہے توں شیخ میرا فرزند ہے — عاقل و ہوشیار و دانش مند ہے
تجکوں کرتا ہوں خلیفہ اب مرا — معرفت میں کوئی نہیں ثانی اب ترا
جب کہا یہ بھید سب اولیاء — ہو کے قرباں جاں سوں سجدہ کیا
اور ولی عصر شاہِ نامدار — در سن پنج دہ و یک صد یک ہزار
روز جمعہ ماہِ رجب وقتِ شام — دی خلافت گنج الاسرار بخشے نام

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ تراب منصبِ خلافت عطا ہونے کے بعد گنج الاسرار کے نام سے بھی مشہور ہوئے اور کبھی تراب گنج الاسرار بھی کہلائے۔ شاہ تراب کی ایک شعری تخلیق خود "گنج الاسرار" کے نام سے مخطوطہ کی صورت میں محفوظ ہے جس کے ترقیمہ میں کاتب سید حسن علی نے لکھا ہے۔ "مرتب شد کتاب گنج الاسرار از تصنیف گنج الاسرار"[11]

[10] ظہورِ تجلی از شاہ تراب قلمی سالار جنگ لائبریری، حیدرآباد "در تذکرہ مرشد و خلافتِ کمترین"

[11] گنج الاسرار از شاہ تراب قلمی اسٹیٹ لائبریری، حیدرآباد (بقیہ حوالہ کے لئے دیکھئے صفحہ ۱۱)

ان کے علاوہ ڈاکٹر سیدہ جعفر نے اپنے مضمون "شاہ تراب چشتی" مطبوعہ آجکل ستمبر ۶۳ء میں تراب کی غزلوں کے علاوہ رسالۂ تصوف، مثنوی مہ جبیں دلا اور آئینۂ کثرت کا حوالہ بھی دیا ہے، جو میرے علم میں نہیں تھیں۔

جس طرح کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے تراب اہلِ صوفیا میں سے تھے اور اس لحاظ سے انسان دوستی، وسیع المشربی اور رواداری کو اپنے عین فرائض میں سے سمجھتے تھے۔ انہوں نے دوسرے مذاہب کا بھی غائر مطالعہ کیا تھا۔ تراب کے مرشد پیر بادشاہ حسینی نے ان کے علم و عمل سے متاثر ہو کر سنہ ۱۱۵۰ھ میں انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر کے رشد و ہدایت کے لئے کرناٹک کے علاقے میں روانہ کیا۔

تراب نے اپنی تعلیمات پھیلانے کے سلسلے میں بستی بستی اور پربت پربت کی سیر کی اور اپنے بلند مقاصد کو عام کیا۔ یہی حال رام داس کا بھی تھا۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تراب نے نہ صرف رام داس کی پوتھی کا جواب لکھنے اور اس کے رموز کھولنے کی کوشش کی بلکہ اس کے طریقۂ تبلیغ کو بھی اپنایا اور چمن چمن کی سیر کی۔ اپنی اسی تبلیغ کے سلسلے میں تراب تجور پہنچے۔ تراب سے رام داس کی پوتھی "مناچے شلوک" کا تعارف کب اور کہاں ہوا اس کا ذکر خود تراب نے "من سمجھاون" میں کیا ہے۔ تراب کے کہنے کے بموجب جب وہ تجور پہنچے تو وہاں پر انہوں نے رام داس کی فاضل پوتھی کا ذکر سنا ان کے دل کا کنول کھل گیا اور اس کے جواب لکھنے کا کامل شوق ان کے دل میں موجزن ہوا، چنانچہ لکھتے ہیں ؎

تجاور میں جس دن ہوا آ کے داخل
سنیا رام داس کی تو پوتھی ہے فاضل

۱؎ مخطوطے ادارۂ ادبیات اُردو، سالار جنگ لائبریری حیدرآباد میں اور کتب خانہ انجمن ترقی اُردو علی گڑھ اور کتب خانہ مدرسۂ محمدیہ (جامع مسجد بمبئی) میں محفوظ ہیں۔

گیا بس خوشی سیں دل کا کنول کھل
جواب اس کا کہنے ہوا شوق کامل

منو بودھ یا مناچے شلوک :- منو بودھ یا مناچے شلوک میں دو سو پانچ شلوک ہیں۔ جس میں شاعر نے من یا دل کو ناصحانہ انداز میں مخاطب کیا ہے۔ یہ اشعار یا شلوک موسیقی اور شعریت کا خوبصورت امتزاج پیش کرتے ہیں جنہیں رام داسی سفر و حضر میں گاتے تھے اور فقیر خیرات کی طلب میں انہیں ترنم سے پڑھتے ہیں کبھی کبھی ایک چیلا یا فقیر ایک شلوک پڑھتا ہے اور دوسرا اس کے ساتھ ہم آواز ہو کر اسے دہراتا ہے[۱]۔ یہ شلوک بھجنگا پریات[۲] میں لکھے گئے ہیں۔ اور مہاراشٹری ہندوؤں میں زبان زدِ خاص و عام ہونے کے علاوہ مختلف موضوعات مثلاً رام کی محبت، ضبطِ نفس ترکِ دنیا، نیکی، فرض شناسی، گناہوں پر قابو پانا، اچھے لوگوں کی صحبت اور گرو کی تعلیمات اور اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا، وغیرہ پر محیط ہیں[۳]۔

۱؎ ان شلوکوں سے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ رام داس نے مسلمان فقیروں کی مؤثر انداز میں صبح گاتے جانے والی نظموں سے متاثر ہو کر یہ شلوک لکھے ہیں اور ہیئت کے لحاظ سے وہ صنفِ رباعی سے متاثر تھا۔

۲؎ بھجنگا پریات شاعری کا وزن ہے۔ اس میں چار مصرعے ہوتے ہیں اور ہر مصرع یا سطر بارہ ارکان Syllables پر مشتمل ہوتا ہے اور مصرع ہر دوسرے مصرعے کا ہم وزن ہوتا ہے۔ ان ارکان کو چار برابر حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور عام طور سے ہر حصے کے درمیان (Middle) رکن پر زور دیا جاتا ہے۔

۳؎ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو Ramdas and Ramdasis by W. S Deming P. 135

ہم ذیل میں نمونتاً "مناچے شلوک" سے چند شلوک نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کو بعد میں موضوع کے لحاظ سے "من سمجھاون" سے مقابلہ کرنے میں آسانی ہو سکے

मना सज्जना भक्तिपंथेचि जावें ।
तरी श्रीहरी पाविजे तो स्वभावें ।
जनीं निंद्य तें सर्व सोडोनि द्यावें ।
जनीं वंद्य तें सर्व भावें करावें ॥

प्रभाते मनीं रामचिंतीत जावा ।
पुढें वैखरीं राम आधीं वदावा ।
सदाचार हा थोर सांडूं नये तो ।
जगीं तोचि तो मानवी धन्य होतो ॥

मना वासना दुष्ट कामा नये रे ।
मना सर्वथा पापबुध्दी नको रे ।
मना सर्वथा नीति सोडूं नको हो ।
मना अंतरीं सार वीचार राहो ॥

मना पापसंकल्प सोडोनि द्यावा ।
मना सत्य संकल्प जीवीं धरावा ।
मना कल्पना ते नको वीषयाची ।
विकारें घडे हो जगीं सर्व छी छी ॥

नको रे मना क्रोध हा खेदकारी ।
नको रे मना काम नाना विकारी ।
नको रे मना सर्वदा अंगीकारूं ।
नको रे मना मत्सरू दंभ भारू ॥

मना श्रेष्ठ धारिष्ठ जीवीं धरावें ।
मना बोलणें नीच सोशीत जावें ।
स्वयें सर्वदा नम्र वाचें वदावें ।
मना सर्व लोकांसि रे नीववावें ॥

देहे त्यागितां कीर्ति मागें उरावी ।
मना सज्जना हेचि क्रीया धरावी ।
मना चंदनाचे परी त्वां झिजावें ।
परी अंतरीं सज्जनी नीववावें ॥

مطلب :-

اے دل ! اگر تو پرہیزگاری اور عقیدت مندی کے راستے پر چلے گا تو تو آسانی سے خدا تک پہونچ سکتا ہے ۔

تو علی الصباح رام کی یاد کر اور اسی کو اپنی زبان پر لا ، تو نیکی کے راستے پر چل کر وہی دنیا میں سرفراز اور قابل تعریف ٹھہرتا ہے ۔ اے دل ! تو وسوسوں اور گناہ کے خیالات کو چھوڑ دے اور ہمیشہ ہمیشہ عدل و انصاف اور اچھے اور پاکیزہ خیالات میں محو رہ اور برے خیالات کو اپنے پاس نہ آنے دے ۔ تو شہوانی جذبات سے دور رہ کہ وہ تجھے عوام میں ذلیل و خوار کر دیں گے ۔ تو غصے اور ہوا و حرص سے بھی دور رہ کہ وہ اس دنیا میں خوشی و سکون چھین لیتے ہیں اور تمام خواہشات سے بھی بچنے کی کوشش کر جو کہ تمام برائیوں کی جڑ ہیں ۔ اے دل ! تو حسد یا مکر و فریب کو اپنے قریب نہ آنے دے ۔

اے دل ! تو اپنے آپ میں ایسی ہمت پیدا کر کہ جس سے تجھ میں دوسروں کی باتوں کو سننے کی تاب پیدا ہو ۔ اے دل ! تو دوسروں سے عاجزی و انکساری سے پیش آ اور سب کو خوش رکھ ۔ تیرے اعمال ایسے ہوں کہ جب تو اس جسدِ خاکی سے نکلے تیری شہرت اور خوبیاں دوسروں کے لئے قابلِ نمونہ بنکر رہ جائیں ۔ تو صندل کی لکڑی کی طرح بن ، اپنے آپ کو تکلیف اور مصیبت میں ڈال تاکہ تو نیکی کو خوش رکھ سکے

प्रभातें मनीं राम चिंतीत जावा । पुढें वैखरी राम आधीं वदावा

सदाचार हा थोर सांडूं नये तो । जगीं तोचि तो मानवीं धन्य होतो

सदा देवकाजीं झिजे देह ज्याचा । सदा रामनामें वदे नित्य वाचा

स्वधर्मेचि चाले सदा उत्तमाचा । जगीं धन्य तो दास सर्वोत्तमाचा

صفت کر اے دل اس کی جو رام ہے گا — اسی رام کے سنگ سنگرام ہے گا

سدا رام کے نام سوں کام ہے گا — ہمیں دھیان اس کا صبح شام ہے گا

وہی گل ، وہی مُل ، وہی جام ہے گا — وہی ساقی بزم گلفام ہے گا

जया सांगतां शीणली वेदवाचा । निराकार आकार ब्रह्मादिकांचा

मना संत आनंत शोधूनि पाहे । जिवें केलें तदाकार होऊनि राहे

انک نام اللہ نرنجن ہری ہے — نرنکھار نرگن وہ پرمیسری ہے

صفت اس کی ہر شے میں دائم بھری ہے — او گنگا وہ جمنا وہ گوداوری ہے

नजायेंपि काशी नजायें गयेसी । नजायें जपासी नजायें तपासी

त्रिकाळीं सदा पाय तू ज्याचे पाहें । गुरूचा चंतने बीज कोठें न जाए

तिथें आटली सर्व साक्षी अवस्था । केलें आकळे रूपतें ज्ञान होतां

तो धेतोचि तो राम सर्वत्र पाहे । मना उन्मनी शब्द कुंठित राहे

جلا تن کوں اپنے بھیا ہوں سناسی — وطن چھوڑ پھرتا ہوں دایم اوداسی

نہ کعبہ گیا ، نہ گیا ہوں میں کاسی — نہ حاجی ہوا ہوں جیسے لبا سی

रघूनायका रूप मातें न साहे । नभें व्यापिलें सर्व सृष्टीस आहे

तया व्यापकू व्यर्थ कैसें म्हणावें । दुजेवीण जो तोचि हो हा स्वभावें

रिता ठाव या राघवावीण नाहीं । नभीं वावरे जो अणूरेणु कांहीं

तिथें लक्ष आलक्ष सर्वें बुडालें । जया पाहतां पाहतां तेंचि झालें

فلک ہو، ملک ہو، جن و بشر میں	سگل کو کباں اور شمس و قمر میں
بھرا روپ اوسکا کنکر پتھر میں	بدر میں شجر جوں ہے پنہاں نظر میں
جہاں یک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے	دوئی کا تو ہرگز تکلّم نہیں ہے

من سمجھاون :- اس نظم کا موضوع تصوف اور اخلاق ہے اور بیانیہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ نظم گیارہ حصوں میں منقسم ہے اور ترکیب بند میں ہے۔ ابتدا میں وحدت الوجود کو پیش کرنے کے بعد تراب نے ہر دوسرے حصّہ میں انسانی کمزوریاں دنیاداری مثلاً مال و دولت سے محبت، بیوی بچوں سے پیار، قومی و مذہبی اختلافات، حرص و ہوس، دنیا کی بے ثباتی، ظاہرداری اور خود پرستی سے دور رہنے کی تلقین کی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ خدا کی ذات مسجد یا مندر میں قید نہیں ہے بلکہ وہ خود انسانی نفس میں پوشیدہ ہے، اور اس کی ذات تک پہونچنے کے لئے سچے راہبر اور رہنما (گرو) کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور بغیر راہ نما کے اپنی منزل مقصود (معرفت باری تعالیٰ) تک پہونچنا محال ہے۔

"من سمجھاون" اور منو بودھ (مناچے شلوک) میں ہیئت اور موضوع دونوں اعتبار سے بڑا اشتراک پایا جاتا ہے۔ ان دونوں نظموں میں مادی زندگی کے سست بنیاد اور آئینہ دیوار ہونے کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ اور اس کی ناپائداری کے پیش نظر زندگی کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کرتے ہیں کہ جس سے شخصیت اور کردار کی عظمت اُبھر آتی ہے۔ ان دونوں کی وحدتِ فکر و عمل کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ دونوں میں فلسفیانہ اور مصلحانہ خیالات کو شاعرانہ لب و لہجہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس نے ان اصلاحی لطیف باتوں کو محض فلسفہ ہونے سے بچا لیا ہے اور شعریت کی وجہ سے رام داس کے "شلوک" اور تراب کے "پند" قدیم الاصل معلوم ہوتے ہیں اور قاری کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتے۔ تاہم "من سمجھاون" کو "منو بودھ" کا صرف ترجمہ سمجھنا

بھی صحیح نہیں۔ ان دونوں نظموں کے تقابلی مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ رام داس اور تراب میں ذوق نظر کی یگانگت اور فکر و عمل کی وحدت بھی ہے اور میرا خیال ہے کہ "من سمجھاون" کے حسن اور اثر میں یہی وحدت فکر و عمل اور ذوق و نظر کی یگانگت زیادہ ممد و معاون ثابت ہوئی ہے ورنہ محض ترجمہ سے وہ حسن و اثر پیدا نہیں ہو سکتا تھا جو من سمجھاون کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اسی طرح دوسری چیز جو ان دونوں نظموں کے سلسلے میں پیش نظر رہنی چاہیئے وہ ان حضرات (رام داس اور تراب) کا مشن ہے جسے لیکر وہ آگے بڑھ رہے تھے۔ اپنے مندرجہ بالا بیان کے ثبوت میں چند بند دیکھتے چلیئے ؎

الک نام اللہ نرنجن ہری ہے	نرنکار نرگن وہ پرمیشری ہے
صفت اسکی ہر شے میں دائم بھری ہے	او گنگا وہ جمنا وہ گوداوری ہے

وہی ذوالجلال ہور اکرام ہے گا
وہی ساقیٔ بزم گلفام ہے گا

مطلب :-

اللہ ہی کا نام "الک نرنجن ہرن" (ششنکر) ہے اور وہ بغیر شکل اور گن والا پرمیشور ہے جس کی صفات ہر شے میں ہمیشہ سے بھری ہوئی ہیں۔ حتیٰ کہ وہی گنگا، وہی جمنا اور وہی گوداوری ہے۔

جیتے تک تو جورو بچے پیار کرتے	موئے پر جو مردہ کہکر دل میں ڈرتے
پرت تمیں ہرگز نہیں کوئی مرتے	تجے گاڑ [illegible] میں [illegible]

اے البات پر تجھ [illegible]
ارے من [illegible] [illegible]

مطلب :-

زندگی تک تو وہی بچے پیار کرتے ہیں لیکن مرنے کے بعد مردہ کہکر وہ ڈرا [illegible]

سے پڑھتے ہیں (وہ) تیرے پیچھے (تیرے بعد) ہرگز نہیں مرتے بلکہ تجھے مٹی میں دفن کرنے کے بعد سارے کے سارے بھول جاتے ہیں ۔ اے من یہ جھوٹا زمانہ ہے لہٰذا تو اس کے پیچھے ہرگز دیوانہ مت ہو ۔

نکو رام کو ڈھونڈھ چمن وچمن میں ۔ نہ سمندر میں ہے نہ ساتوں گگن میں
جگا جوت اس کا چہرے سب تن میں ۔ بھر یا آتما رام ہر اک کے تن میں

اَلک نام رستا ہے بیسر بن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

مطلبؔ :-

خدا کو تو چمن میں مت ڈھونڈھ ۔ وہ نہ سمندر میں ہے نہ سات آسمانوں میں ۔ اس کا نور ہر چہرے (رُخ) میں ہے اور ہر جسم میں وہ پوشیدہ ہے ۔ میری آنکھوں میں بھی وہی دکھائی دیتا ہے (میری آنکھوں میں سمایا ہوا ہے) اور یہ ساری طاقت گرو کے قدموں میں ہے ۔

جیسے دیو کہتے سو او گھٹ میں ہے رے ۔ نہیں قید ہو کر او یک مٹھ میں ہے رے
نظر میں نظر کے گھونگھٹ میں ہے رے ۔ گرو بن یہ اسرار گھٹ گھٹ میں ہے رے

ارے من نشانی بیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

مطلبؔ :-

جیسے دیو کہتے ہیں وہ قید ہو کر کسی ایک مٹھ میں نہیں رہتا بلکہ وہ جسم (گھٹ) میں جاری و ساری ہے اور نظروں میں سمانے کے باوجود گویا وہ پوشیدہ ہے ۔ جیسے رہنما (گرو) کے بغیر سمجھنا بہت مشکل ہے اور ساری قوت گرو کے قدموں

میں ہے ۔ اگر گرو چاہے تو صحیح راستے پر لا سکتا ہے ۔

ارے من تو اس تن کوں کی پیار کرتا ۔ زمیں پر تو سونے کوں کی عار کرتا
ارے من تو ں کی عشق گلزار کرتا ۔ زری کستاں پین کی سنگار کرتا

ارے من اِسی دھن مال پر نا اکڑنا
ہے آخر تجھے کل کوں ماٹی میں گڑنا

مطلبؔ :-

اے دل تو اس تن کو کیوں پیار کرتا ہے اور تجھے زمین پر سونے میں کیوں عار ہے تو عشق گلزار کیوں کرتا ہے اور زر و ریشم پہن کر اپنے آپ کو کیوں سنوارتا ہے ۔ اے دل تو اس مال و دولت پر فخر اور غرور مت کر اس لئے کہ کل تجھے اسی مٹی میں دفن ہونا ہے ۔

کہیں خاک آدم کہلا جگ میں آئے ۔ گپت روپ کوں ہم نے پرگٹ دکھائے
کہیں نر کہیں خوب ناری کہائے ۔ کہیں گرو کہیں داس کا بھید پائے

عجب ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
کہیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

مطلبؔ :-

ہم جو خاک تھے اپنے آپ کو آدم کہلا کر اس جگ میں آئے اور پوشیدہ روپ کو ظاہر کیا ۔ یہاں تک کہ کہیں مرد بنے اور کہیں حسین عورتیں کہلوائے ، کہیں گرو بنے اور کہیں داس (بندگی) کا بھید پایا اس طرح گویا ہم اپنے آپ کو دیکھنے دنیا میں آئے اور اب ہم اپنے آپ کو دیکھ اپنے کو گنوا رہے ہیں ۔

اہے سب میں ہور سب سوں وستا نرالا ‏ اہے نام صاحب جلال وجمالا
اندھارے سوں کرتا ہمیشہ اوجالا ‏ نہ او سبز نہ او زرد نہ او سرخ کالا
الکھ او نرکار نرگن نرنجن
کرے جیو جنتر سدا جس کے سمرن

مطلب :-

وہ (خدا) سب میں ہے اور سب سے نرالا دکھائی دیتا ہے۔ اس کا نام صاحب جلال وجمال ہے نہ وہ سبز ہے نہ زرد ہے اور نہ ہی سرخ اور کالا ہے۔ وہی اندھیرے سے روشنی کرتا ہے وہ بغیر شکل اور گن والا ہے جس کی تمام جیو جنتر جاندار ثنا و تسبیح کرتے ہیں۔

فلک ہور ملک ہور جن و بشر میں ‏ سکل کوکباں اور شمس قمر میں
بھرا روپ اس کا کنکر پتھر میں ‏ بدر میں شجر جوں ہے پنہاں نظر میں
جہاں ایک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

مطلب :-

وہ (خدا) آسمانوں، فرشتوں اور جن و بشر میں پوشیدہ ہے، وہ تمام کواکب اور شمس و قمر میں چھپا ہوا ہے۔ اسکی ذات ذرے ذرے میں چھپی ہوئی ہے اور جس طرح چاند میں شجر دکھائی دیتا ہے اسی طرح وہ نظر میں پنہاں ہے۔ جہاں وحدت ہے وہاں ہم تم نہیں ہیں پھر دوئی کا ذکر ہی کس طرح ہو سکتا ہے۔

مرہٹی اور اردو دونوں نظموں میں بحر کے اعتبار سے بھی اشتراک ہے۔

رام داس نے "مناپچے شلوک" بھجنگا پریات بحر میں نظم کی ہے۔ شاہ تراب نے بھی اپنی نظم کے لئے اسی بحر کو منتخب کیا ہے۔ جیسا کہ ذیل میں "مناپچے شلوک" اور "من سمجھاون" کے

منتخب اشعار کی تقطیع سے واضح ہوگا۔

مناپچے شلوک :-

[१]
म ना स / ज्ज ना भ / क्ति पं थें / चि जा वें
˘ – – / ˘ – – / ˘ – – / ˘ – –
य / य / य / य

त री श्री / ह री पा / वि जे तो / स्व भा वें
˘ – – / ˘ – – / ˘ – – / ˘ – –
य / य / य / य

[२]
म ना स / र्व था नी / ति सो डूं / न कों हो
˘ – – / ˘ – – / ˘ – – / ˘ – –
य / य / य / य

म ना अं / त रीं सा / र वी चा / र रा हो
˘ – – / ˘ – – / ˘ – – / ˘ – –
य / य / य / य

[३]
दे हे त्या / गि ता कीं / र्ति मा गें / उ रा वी
˘ – – / ˘ – – / ˘ – – / ˘ – –
य / य / य / य

म ना स / ज्ज ना हे / चि क्री या / ध रा वी
˘ – – / ˘ – – / ˘ – – / ˘ – –
य / य / य / य

من سمجھاون :-

(१)

अरे मन	तु माया	मे चुपडम	रखो मत
˘ – –	˘ – –	˘ – –	˘ – –
य	य	य	य

(२)

सदा रा	म के ना	म सूं का	म है गा
˘ – –	˘ – –	˘ – –	˘ – –
न्य	य	य	य

(३)

उठजी	उठोअबू	चलोजा	ए घरकू
˘ – –	˘ – –	˘ – –	˘ – –
य	य	य	य

(४)

नकोरा	मकोदू	द चमनो	चमन् में
˘ – –	˘ – –	˘ – –	˘ – –
य	य	य	य

(५)

अरे मन्	नकोरे	नकोहो	दिवाना
˘ – –	˘ – –	˘ – –	˘ – –
य	य	य	य

(६)

उसीवक	त् तस् बी	सु सल के	कु छो डा
˘ – –	˘ – –	˘ – –	˘ – –
य	य	य	य

(७)

कहींइश्	केखूबां	के पीछे	रखाबहैं
˘ – –	˘ – –	˘ – –	˘ – –
य	य	य	य

(८)

वहीसा	कियेवज्	मे गुलफा	म हैं
˘ – –	˘ – –	˘ – –	˘ – –
य	य	य	य

"من سمجھاون" کی لسانی خصوصیات :- من سمجھاون کے مطالعہ سے قاری پر یہ بات واضح ہوگی کہ اس کی زبان آج سے قریب دو سو سال پرانی ہے اور اس پر ہریانی اور پنجابی زبانوں کا اثر غالب ہے۔ دیگر قدیم اُردو (دکنی) تصانیف کی طرح من سمجھاون میں اکثر و بیشتر ایسے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں جو اب متروک ہیں۔ تذکیر و تانیث، جمع بنانے کے قاعدے، ضمائر، حروف ربط اور افعال وغیرہ تقریباً ویسے ہی استعمال ہوئے ہیں جیسے قطب مشتری، سب رس، گلشنِ عشق، من لگن، طوطی نامہ وغیرہ دیگر تصانیف میں پائے جاتے ہیں۔ ذخیرۂ الفاظ (VOCABULARY) میں عربی فارسی الفاظ کے ساتھ ہی موضوع کے اعتبار سے ہندو دیومالا، اور منظوم ترجمہ ہونے کی حیثیت سے مرہٹی زبان کے اثرات بھی بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ من سمجھاون کی ان مذکورہ بالا خصوصیات کو ہم ذیل میں قدرے تفصیل سے پیش کرتے ہیں :-

۱۔ ضمائر میں "ای" یا "اے" یا "یو" بجائے "یہ" کے اور "او" بجائے "وہ" کا استعمال ہوا ہے جیسے ع

ای اوسکی من کی پوتھی کا جواب ہے

۲۔ افعال میں جہاں کہیں ہکار بندشی آوازیں (ASPIRATE STOPS) آئی ہیں انہیں آسانی کی خاطر سادہ بنا دیا گیا ہے۔ جیسے باندھنا کو باندنا، جھکی کو جکی، کچھ کو کچ بوجھنا کو بوجنا۔

۳۔ حروف ربط۔ "سے، کے لئے" "سوں، ستی، سیں" استعمال ہوئے ہیں۔ دکنی میں "تے" بمعنی سوں، ستی اور سیں بھی مستعمل ہے لیکن "من سمجھاون" میں "تے" بمعنی متذکرہ بالا حروف ربط استعمال نہیں ہوا ہے۔ ع

ہنر سوں بصیرت کی پاتوں خبر کوں

اور

ہوا حرص غصے سیں کیا ہم کوں مطلب

۴۔ لفظ استفہام "کیوں" کے لئے "کی" کا استعمال عام ہے اور "اے" کے لئے "رے" یا "ارے" استعمال ہوا ہے ؎

ارے من نگورے نکو ہو دیوانہ

ارے من برے پن پو کی بھولتا رے ایسا کوں اپیں دیکھ کی بھول تا رے

اسمیں "ارے" یا "رے" مرہٹی کا اثر ہے جس میں خطاب کرتے وقت عام طور سے "ارے" اور "رے" کا استعمال ہوتا ہے۔

۵۔ دیگر دکنی کتب کی طرح من سمجھاون میں بھی پ کے لئے پو کا استعمال پایا جاتا ہے۔

۶۔ "ہو" کے آگے "گا" بڑھانے سے فعل مستقبل مضارع بنتا ہے۔ لیکن اس نظم میں "ہوگا" کی بجائے "ہوے گا" اور "ہے گا" استعمال ہوا ہے۔ یہ غالباً ہریانی کا اثر ہے اور آج بھی شمالی ہند میں انہی معنوں میں، اور اسی تلفظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ ؎

وہی گل وہی مل وہی جام ہے گا

وہی ساقی بزم گلفام ہے گا

اور

نہ تیرا یہاں خویش نہ کوئی بیگانا

یہاں سے کہاں ہوئے گا تیرا جانا

۷۔ یائے مجہول اور یائے معروف کے استعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ قدیم کتابت میں عام طور سے اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا۔

۸۔ "ہ" جب بھی کسی لفظ کے درمیان میں آیا ہے اسے ساقط کر دیا گیا ہے۔ مثلاً "کہلا" کی بجائے "کلا" اور نہیں کی بجائے نیں ع

ہمیں خاک آدم کلا جگ میں آئے

اور

دلے من کے نکے کا نیں بھید پاتے

۹۔ من سمجھاون میں ایسے الفاظ بھی ہیں جن میں (METATHESIS) کا عمل ہوا ہے یعنی اصوات نے اپنی جگہ بدل لی ہے۔ مثلاً باہر کی بجائے بہار۔

۱۰۔ "تاکید کا اثر پیدا کرنے کے لئے عام طور سے اردو میں لفظ کے آخر میں "ہی" بڑھا دیتے ہیں لیکن دیگر دکنی مصنفین اور شعراء کی طرح تراب نے ہی کی بجائے "چ" بڑھا دی ہے جو مرہٹی کے اثر کا نتیجہ ہے۔ مثلاً ع

دیوے گا تیری تو یچ جھڑتی صبح شام

۱۱۔ شاہ تراب نے کہیں خالص عربی اور کہیں سنسکرت نام استعمال کئے ہیں۔ اور ان کے استعمال میں موقع و مناسبت کا خیال رکھا ہے۔ مثلاً جہاں ہندو دیومالا یا عقائد کی طرف اشارے کئے ہیں تو ایسے موقع پر سنسکرت اور ہندی ذخیرہ الفاظ کا سہارا لیا ہے اور اسلامی عقائد کے پیش کرتے وقت عربی سے مدد لی ہے۔

۱۲۔ قدیم دکنی ادیب اور شاعر عام طور سے لفظ کو تلفظ کی صوتی شکل PHONETICALLY میں تحریر کرتے ہیں مثلاً صبا بمعنی صبح، تسبی بمعنی تسبیح وغیرہ۔ اسی طرح طویل حروف علت LONG VOWELS کو خفیف SHORT کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً

بھولنا کو " بُھلنا ، بھولنا کو " بُھلنا وغیرہ ، یہ خصوصیات من سمجھاون میں بھی پائی جاتی ہیں ۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ بعض اوقات حروفِ صحیح CONSONANTS بھی گھٹا دیئے جاتے ہیں مثلاً ابدالوں کے لئے بدلاں سمندر کے لئے سمدر وغیرہ ۔ اسی طرح خفیف حروفِ علت طویل حروفِ علت میں بھی بدل جاتے ہیں جیسے دُکھا کی بجائے " دوکھا " اور جہاں حروفِ صحیح گھٹا دیئے گئے ہیں وہیں ایسے الفاظ بھی ہیں جن میں حروفِ صحیح بڑھا دیئے گئے ہیں جیسے سمندر کی بجائے سمدور ع

نہ سمدور میں ہے نہ ساتوں گگن میں

مخطوطے کی املائی خصوصیات یہ ہیں :-

۱ - ک اور گاف دونوں پر ایک ہی مرکز ہے اور کوئی امتیاز نہیں ہے ۔

۲ - جب بھی کاف اور گاف کسی لفظ کے آخر میں "ھ" کے ساتھ آئے ہیں تو اس کے ساتھ ہ بھی بڑھا دی گئی ہے ۔

۳ - یائے معروف و یائے مجہول میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

۴ - ہائے ہوز کی مختلف شکلوں کو بغیر کسی فرق و امتیاز کے تحریر کیا ہے ۔

۵ - حرفِ نفی " نہ " کو اکثر بعد کے لفظ سے جوڑ کر لکھا ہے ۔

۶ - " ڑ " کے لئے کوئی امتیازی علامت نہیں ہے اور وہ " ر " کی طرح لکھی گئی ہے جیسے گھوڑا کو گھورا [1]

۷ - " ٹ " یہ " ط " کی بجائے چار نقطے ہیں ۔

---

[1] قدیم زمانے میں ڑ کے لئے اکثر تین نقطے نیچے لکھے جاتے تھے ۔ مثلاً ؎

نہ ہلتا ہی نہ چلتا ہے موا تھا   تمام اپرتی سوں کام اسکا ہوا تھا

۸ - اوس (اس)، اون (ان) واؤ کے ساتھ لکھے گئے ہیں ۔

۹ - " دانہ " اور " دانا " میں کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے ۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے " من سمجھاون " اور " مناجے شلوک " کے موضوعات کی یکسانیت ثابت ہوتی ہے ۔ شاہ تراب نے مرہٹی تصنیف اور اس کی تمام ترجزئیات کو اسلامی تصوف کے سہارے پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ۔ ساتھ ہی انہوں نے ہندو دیومالا کے ناگزیر حوالہ جات کو اپنی اس نظم میں جگہ دیکر اسلامی تصوف کی ہمہ گیری اور اپنی وسیع المشربی کے نمونے پیش کئے ہیں ۔ شاہ تراب کی یہ ادبی کوششیں اردو زبان و ادب کے ابتدائی دور میں موجود قومی یکجہتی کا عملی ثبوت پیش کرتی ہیں ۔ انہوں نے نظریات میں فرق اور عقیدوں کے اختلاف کی وجہ سے انسان کو محدود ہونے سے بچانے کی کوشش کی ہے اور دنیا میں پروردہ ان گنت عقیدوں اور متعدد مذاہب کو ایک ہی منزل کے الگ الگ راستوں سے تعبیر کرکے انسانی بھائی چارہ ، رواداری اور مساوات پر زور دیا ہے ۔ وہ عربی ، فارسی ، سنسکرت اور مراٹھی کے عالم تھے ۔ نجوم ، رمل ، ہیئت اور دیگر علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے ۔ ایک طرف انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مسلم صوفیا کی صحبت میں گذارا اور امین الدین اعلیٰ ، شاہ میراں جی شمس العشاق اور برہان الدین جانم سے اپنا باطنی رشتہ جوڑا اور چشتی المشرب کہلائے ۔ اور دوسری جانب سنتوں ، مہاپرشوں گیانیوں ، جوگیوں ، سنیاسیوں اور ویدانت کے عالموں کے ساتھ بیٹھ کر " پران اور پستک کا درس بھی لیا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ انہیں " حسینی برہمن " کے نام سے یاد کیا جائے ۔ انہوں نے وید ، پران ، رامائن اور بھگوت گیتا کے مطالعہ کے بعد نیز وید اور پران کی اصطلاحوں کی تحقیق کرکے اسلامی تصوف اور ویدانت کو ایک مرکز پر لانے کی سعی کی ہے ۔ چنانچہ اپنی نظم " گلزارِ وحدت " میں اسلامی تصوف اور ویدانت کے لفظی اختلافات سے متعلق اس طرح رقمطراز ہیں ؎

سگل دید و پُران کا سیر کیتا
چہ رامائن اور چہ بھگونت گیتا

پڑ سب شوق سوں ان کی کتاباں
دسیا ہر جا پو اوہی شمع تاباں

کہیں اللہ کہیں سوہم کلایا
صریحاً اصطلاح کا پھیر پایا

غرض ہر نام سوں پرنام کیجے
بہر صورت اسی کا نام لیجے

اوہی اللہ اوہی سوہم ہری نام
ہے اک محبوب ہیں جسکے اتنے نام

مختصر یہ کہ شاہ ترابؔ اس فلسفہ کے قائل تھے کہ ؎

نہیں کچھ سبحہ و زنّار کے پھندے میں گیرائی
وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمایش ہے
(غالبؔ)

عبدالستار دلوی

بمبئی یونیورسٹی
ستمبر ۱۹۶۴ء

من سمجھاون

اسی اوسکی من کی پوتی کا جواب ہے
کہ جس کا رام داس جگ میں خطاب ہے
مرہٹی بات میں پوتی او بولیا
میں اوس کا رمز سب دکھنی میں کھولیا
بھی اوس کا نام من سمجھاون ہے رکھا
و لیکن نسبتہ ہندی سے بھلا لکھا

صفت کر ازل اوس کی جو رام ہے گا
اسی رام کے سنگ سنگرام ہے گا
سدا رام کے نام سوں کام ہے گا
ہمیں دھیان اوس کا صبح شام ہے گا
وہی گل وہی گل وہی جام ہے گا
وہی ساقی بزم گلفام ہے گا

الکھ[1] نام اللہ نرنجن ھری ہے — نرنکھار نرگن وہ پری سری ہے[2]
صفت اوسکی ہر شے میں دایم بھری ہے — اوگنگا اوجمنا او گوداوری ہے
وہی ذوالجلال اور اکرام ہے گا
وہی ساقیٔ بزم گلفام ہے گا

کنیا سچا مول آکار کا ہے — کنیا سچ اسم قہار کا ہے
کنیا تو پرکاش سیار کا ہے — کنیا سو مندر پرس نار کا ہے
جو اظہار کثرت کا انجام ہے گا
وہی ساقیٔ بزم گلفام ہے گا

کنیا برا دیو جگت میں نہ پایا — مہادیو[1] کا روپ جگ میں دکھایا
دہی پاربتی[2] کوں سو پرگھٹ بتایا — چھپی بات پردے سوں سب بہار بہایا
کنیا تو جس دیو کا نام ہے گا
وہی ساقیٔ بزم گلفام ہے گا

ہمیں ہکوں ہم دیکھنے جگ میں آئے — ہمیں ہم کوں ہم دیکھکر گہٹ[3] میں پائے

۱۔ الکھ نرنجن یہ شنکر کو کہتے ہیں۔ الکھ۔ خدا کا نام ۔ جیسے الکھ نرنجن ۲۔ بغیر شکل والا
۱۔ شنکر کو کہتے ہیں ۲۔ شنکر کی بیوی ۳۔ جسم ، کائنات ، دنیا

ارے من نہ دیول کا ہو توں پوجاری — نہ مسجد نے کرنا زی سوں یاری
سدا ہو کے پھر توں درس کا بھکاری — ای میں پنکی درمیان ہے ساری خواری
نہیں جس کنے خاص ہور عام ہے گا
وہی ساقیٔ بزم گلفام ہے گا

ہوا جلوہ گر احدیت ستی وحدت — بھرا واحدیت سوں بازار کثرت
اتھی کاٹ[1] نوں میں عجب اوسکی حکمت — دیئے جس ستی قرب حرمت کی لذت
صفاتوں میں جس کے دا اجسام ہے گا
وہی ساقیٔ بزم گلفام ہے گا

حسینی ہے مہدی دہا دی پچھانو — خدا ہور محمد علیؑ بلکہ جانو
ہمیشہ اوسے صدق دل سے بیتی مانو — تو آب کی ستو بات تم اے دیوانو
ہدایت کا جس بات سرانجام ہے گا
وہی ساقیٔ بزم گلفام ہے گا

نظر میں نظر کر بصیرت کے ہنر کوں — ہنر سوں بصیرت کی پاتوں خبر کوں[1]

۱۔ مخطوطہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد ۲۔ گویا جنتی ہو جا
۱۔ یہ مصرع اس طرح لکھا ہے۔ "ہنر سوں نہ شہرت کی نانوں نہ کوں"

ہمیں ہکوں اس کہٹ میں پرکہٹ دیکھائے ہمیں بزاس کیں ہور گرد کیں کلائے
کہ جس دل میں عشق دل آرام ہے گا
وہی ساقی بزم گلفام ہے گا

اری من تو مایہ میں چپ عمر کھومت بزاں بات وی سر کوں پچھتا کے رومت
بدی کا تخم باغ نیکی میں بو مت بسر دھیاں گرد کا شکی بند مومت
جو کوئی عاشق پاک بدنام ہے گا
وہی ساقی بزم گلفام ہے گا

اری من ای سب جھوٹ ہیا رہے رے بورے وقت کا کوئی نیں یار ہے رے
یہ پر پنچھ سارا تو اکار ہے رے اوسے جیتی سمجا سو ہشیار ہے رے
جو دل مبتلائے گل اندام ہے گا
وہی ساقی بزم گلفام ہے گا

اری من تو مایہ کا سوراٹ مت کر کبر ہور کینہ کی کچھ بات مت کر
ہوا حرص غصے کے سوراسن مت کر حسو واں کی تو لبات کوں گھات مت کر
جسے یکساں کفر اسلام ہے گا
وہی ساقی بزم گلفام ہے گا

لا یح

تماشے کوں آئے ہیں اس رہگذر کوں ہمیں سارے ملکاں ادھر سوں ایدھر کوں
نکو چپ کر جمع اس سیم زر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جاویں گھر کوں

ہمیں ہو کے مہمان آئے اھیں سب ہوا حرص غصے سیں کیا ہکوں مطلب
تلم آزمانے کوں بھیجا ہے رب اوسی واسطے سب کوں کہتا ہوں جب تب
سٹو الفت خویش دختر پسر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

گگن محل کے ہم نہ نکسار جوگی رہیں بند میں ہو کے گوبند بھوگی
سکھ انند پائیں بسر سوک سوگی نکو یار بیٹھو چوپلے ہو کے روگی
عبث جا پڑے ہو کدھر کے کدھر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

کہاں تک گماویں مسافر مت انر بسر وطن اصلی کے آرام کا گھر
جمع مت کرو مال و دھن اے برادر بچھڑ کر ہو نے دھن سوں لے دن جمن
انیا دیکھتا جو اوسی اب شکر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

اپس کی خلافت اگرچہ دیا ہے — ولیکن پولانیکا وعدہ کیا ہے
میرا شوخ اچپل اوچنچل پیا ہے — ہمیں بھیج دنیا کی ہجرت لیا ہے
بندو دھن سوں اپنے تو تار پی نظر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

اگرچہ ستر بجن تو بے چوں کلاتے — صفت سوں ہمارے صفت اوسکی پاتے
تیے عبد و معبود دو نوں شہاتے — بسر رئی دلدار کے سر گنواتے
سٹو میں پنا ہور باندھو کمر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

ای فانی سرا کچھ وفادار نہیں ری — یہاں کوئی دایم رہن ہار نیں ری
بورے وقت کا کوئی دلدار نیں ری — ہمن باغ کرٹت کا درکار نیں ری
مسافر ہو نکلے ہیں دو دن سفر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

کہیں باندتا گہ برھمن کلاٹے — کہیں گائے پوجی کہیں کاٹ کھائے
کہیں دیو پوجنکوں دیول بنائے — کہیں توڑ دیول کوں مسجد ابچھائے

ط زیب دینا

اتباسٹ کے سب میں پنگے کفر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

(دکھنا)
یہاں کوئی ساتی نہیں ہے ہمارا — زلو ماں فرزند سارا پسارا
ہمارا نگر رے پیارا پیارا — نہیں کوئی آخر ہمارا تمہارا
سنوارو اپس ہات اپنی قبر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

نگر میں ہمارے نہیں کوئی دوجا — ہمیں کس کا کرنا وہاں جا کے پوجا
نہ مسجد نہ دیول کے ٹھارسوں جا — اپس کوں اپن جانز نکار بوجا
ہمیں دیکھنا جا ادسی لب شکر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

کہیں ٹھانہ نائیں جدائی رستی من — ترپتا ہے من دیکھنے دھن کا درسن
نہیں من کو بھانے رے سیر گلشن — اوداسی ہو پھرتا بھنور میں بن و بن
کہاں لگ بہار کہاویں خون جگر کوں
اٹھو جی اٹھو اب چلو جائیں گھر کوں

ہمیں کیا ہے درکار سیر چمن سوں　　نہ مطلب رکھے ہند ملک دکن سوں
مسافر ہو نکلے ہیں اپنے وطن سوں　　تراب کے ترل سات چین دامن سوں

نظر میں نظر کر کے نوڑ البصر کوں
اٹھو جی اٹھو جی اب چلو جائیں گھر کوں

ارے من مجھے بول تیرا ٹھکانہ　　کہاں سے ہوا ہے یہاں تیرا آنا
نہ تیرا یہاں خویش نہ کوئی بگانہ　　کہاں سے کہاں ہوویگا تیرا جانا

اگر توں ہے پردیس پنچھی سیانا[۲]
ارے من نگورے نکو ہو دیوانا

جتے لگ تو جو روبچے پیار کرتے　　موے پر جو مردہ نگر دل میں ڈرتے
ترے پیچھیں ہرگز نہیں کوئی مرتے　　تجھے گار ماٹی میں سارے بسرتے

اچ ایسا ہے پرپنچ جھوٹا زمانہ
ارے من نگورے نکو ہو دیوانا

ای تن من سکل دھن بدل جال ناری　　ہر یک بھانت جینکے دن ٹال ناری
سک آنند میں اس کوں ناپال ناری　　اپس کوں تو مایہ میں ناگھال ناری

۱۔ یہاں سے ...... الخ　　مخطوط ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد
۲۔ اگرچہ ہے پردیسی پنچھے سیانا "　　ادارہ ادبیات اُردو حیدرآباد

جو ہشیار گنونت چاترہے دانہ
ارے من نگورے نکو ہو دیوانہ

یہاں جب توں اے دل مسافر ہو آیا　　برابر ہے تجکوں جو اپنا پرایا
عبث جگ کے دھندے منیں سد گنوایا　　نہیں کام آنے کا آخر یو مایا

بسر جا کر توں آپنا گھر پورانا
ارے من نگورے نکو ہو دیوانہ

اپی ماٹی کے تن کوں توسنکارتا کی　　نکل جائے کا تن سوں جس وقت پرجی
رہے کی یو آخر کوں ماٹی کی ماٹی　　ارے تو کہلاتا ہے جب دودھ ہور گھی

بٹھا بوجھ کر جب کے جھوٹا یو کھانا
ارے من نگورے نکو ہو دیوانہ

بچے ہور جو رو نہ کوئی آوینگے کام　　کہ جب موت کا تجکوں آویگا پیغام
دیویگا تری تو نچھ بھرق صبح و شام　　بسر جا کے دھندے منے رام کا نام

چھپے آتما رام کا کر کے بہانہ
ارے من نگورے نکو ہو دیوانہ

روپا ہور سونا توں یک بار دیکھت　　انکرتا ہے کیوں پین زرتار کسوت
صباح ماربیوے کالا تونگر کی عزت　　بسر جاویگا تب تو دھن مال دولت
یو دنیا کی دھن مال کوں نا پتیانا
ارے من نکورے نکو ہو دیوانہ

اچھا دیکھ چیرا کسی کے توں سر پر　　اپس کوں نہیں کر کے حسرت نکو کر
نہیں کام آوے کا یو حرص آخر　　بقا جان فانی سرا کا توں اپی گھر
مدامی سیج کر اپس کا چہ شہانہ
ارے من نکورے نکو ہو دیوانہ

اپی سنیار سوں بات دھونا ہے آخر　　سگے سوودری[1] مل کو رونا ہے آخر
تجے خاک در خاک ہونا ہے آخر　　قبر میں اکیلا چہ سونا ہے آخر
نرم رہنگے نہالیکا دیکھ بچھانا
ارے من نکورے نکو ہو دیوانہ

قبر میں تیری کوئی ساتی نہیں ہے　　کٹھن وقت کا کوئی سنگاتی نہیں ہے
تیرے حال پر آر آتی نہیں ہے　　یہ دنیا کسی پر نبھاتی نہیں ہے

۱۔ سہودر : یکم شکم ، ایک ہی پیٹ سے پیدا ہونے والے

اگر اس بلا تیں اپس کوں بچانا
ارے من نکورے نکو ہو دیوانہ

ارے من تجے رام کا گھر کہتے ہیں　　بھی پنچ بہونکا تجکوں زیور کہتے ہیں
منور سچا عرش اکبر کہتے ہیں　　تیرا رتبہ سب میں بلند تر کہتے ہیں
یو بستی سو دنیا پو مست ہوا وتانہ
ارے من نکورے نکو ہو دیوانہ

تجے کام آجب نر آب سوں پڑیگا[1]　　ہو کر گہبرا تب نپٹ گر پڑیگا
توں اوس وقت پر بول کس سوں لڑیگا　　تیرا تجکوں لینے کا دینا پڑیگا[2]
جمع کرکے دھن مال کا سب خزانہ
ارے من نکورے نکو ہو دیوانہ

نکو رام کو ڈھونڈ چمن و بن میں　　نہ سمندور میں ہے نہ سات گگن میں
جگے جوت اوسکا چہ ہے سب زمین　　بھریا اتما رام ہر یک کے تن میں

۱۔ نر آب سوں تجے کام جب آ گڑے گا ۔ (ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد)
۲۔ تیرا تجکو لینے کا دینا پڑے گا　　تو اس وقت پر بول کس سے لڑیگا
(مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد)

الک نام دستا ہے میری نین میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

ساتویں کا توں راجا زحل ہے | چھٹا آسماں مشتری کا محل ہے
ہے پنجم میں مریخ صاحب عمل ہے | چہارم خورشید شاہی نول ہے
ارے من شتابی سیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

سیوم آسماں میں ہے زہرا ستارہ | عطارد کا دویم فلک میں نظارا
اوّل پر ہے مہتاب کا خوش جھکارا | دسیا جیو جنتر کا سارا پسارا
ارے من شتابی سیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

اہے دو تو حبدی دو کینوا[1] انکے گھر | کہ پر نور ہے قوس ہور حوت خوشتر
حمل ہور عقرب کا بہرام سرور | دیا سور میزاں کو زہرا نے زیور
ارے من شتابی سیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

(۱) کینوان = یعنی برج

عطارد [illegible] سنبلہ ہور جوزا | اسد جائے خورشید سرطاں میں چندا
اگر [illegible] گرمیتے ای بھید سمجا | ہوا ست گرو کا سچا تب توں چیرا
ارے من شتابی سیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

کتے [illegible] گا گلاتے برہمن | کتے سدسادھو ہو سادے ہیں سمرن
کتے [illegible] ہیں سدا رام پچھمن | کتے پوجتے ہیں الک اور نرنجن
ارے من شتابی سیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

[illegible] کلا منت سنایے | ہنو توں دو دو بار ی نرہ نت اوپایے
[illegible] جگنات کا یے | زہیر توں بن و بن لے کہا ندا اووایے
ارے من شتابی سیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

[illegible] جوت کا جھوٹا سب پسارا | نہیں ہے یو پایا ہمارا تمہارا
[illegible] اپنے سب [illegible] نیارا | [illegible] سارا اسنوارا

[illegible] سے پہلے گونج رہا تھا یعنی ادم — شاہی

ارے من شتابی ستیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

پچھی دیڈو پونجیکوں دیول میں جاتے — پچھی نام آرا کھرا کیوں لگاتے
پچھی باندتا گا برہمن کلاتے — چھی من کوں می تونکے جھگڑے میں بہاتے
ارے من شتابی ستیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

نہ کاسی بنارس نہ جا پربتی کوں — نہ گوداوری جا نہ بہاگر رتی کوں
نہ گنگا نہ جمنا نہ جا سرسُتی کوں — کہیں ڈھونڈتا جا کروں جگت پتی کوں
ارے من شتابی ستیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

نکو گہٹ کا مٹ چہپہ ہمیر توں اردا سا — نکو آج ہور کل کا رکھہ من میں آسا
سچ دیکھ لے سب اگا سا بھی کا سا — ہما پرس کس گرو کا ہورہ توں اندا سا
ارے من شتابی ستیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

ا۔ سرسوتی — ۲۔ بمعنی خدا

جہاں ترکیٹے محل سنگم بنایا — وہاں ایک اپروپ موتی بنایا
او اپروپ موتی کا او بھید پایا — جسے رام مارگ گرو نے بتایا
ارے من شتابی ستیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

کیتے لیکے تسبیح من کے پھراتے — برے پاک زاھد نمازی کلاتے
ویلے منکے اُٹنکے کا نیں بھید پاتے — سدا ای پنیکوں ایس سد گنواتے
ارے من شتابی ستیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

اول سوں جلا جیو؛ مے کیا جلاؤں — جلی خاک پر آگ پھر کیا لگاؤں
یو میں توں کے اوپر کھو کیا کلاؤں — گنوا جکوں جیں کہا ڈھونڈ پاؤں
ارے من شتابی ستیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

جسے دیو کہتے سو او گہٹ میں ہے رے — نہیں قید ہوکر او یک مٹھ میں ہے رے
نظر میں نظر کر کے گھونگھٹ میں ہے رے — گرو دین اپی مارگ تو گھٹ پٹ میں ہے رے

ا۔ رد من سگے " — ۲۔ گھٹ پٹ ۔ مشکل

اَرے من بری پن پو کی بہول تا رے　　اپس کوں اپیں دیکھ کی بھول تا رے
سکی سن دو لارے ہیں کی جہول تا رے　　چپی چر کو ہو دا ہیں ہول تا رے
اَرے من ای دھن مال پر نہ اکر نا
ہے آخر تجے کل کوں ماٹی میں گر نا

اَرے من توں بن رو دو کہاتا نہیں ہے　　اکیلا اندھارے میں جاتا نہیں ہے
زمیں کا تجے سیج بھاتا نہیں ہے　　بجز چیکا وٹنا توں نہاتا نہیں ہے
اَرے من ای دھن مال پر نہ اکر نا
ہے آخر تجے کل کوں ماٹی میں گر نا

اَرے من تیری دیکھ کرتوں جوانی　　نکو چل عبث کرتوں چھاتی اتانی
چیرا باند سر پر کہ ہے زعفرانی　　بنا کر ایس طور دایم شو آنی
اَرے من ای دھن مال پر نہ اکر نا
ہے آخر تجے کل کوں ماٹی میں گر نا

اَرے من نہ باقی نہ تیرا ہے گھورا　　نکو بھول جھپ دیکھ اب ندکا تورا
یو کل نوت کا ہے تجہ گل میں گھورا　　نکو ہو توں تا صنی نکو ہو گر درا

۱: شیوانی کی طرح، شبو کی بوی۔ یعنی خوبصورت
۲: کل دیت = سونا، طلائی

اَرے من شتابی سیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

ترا اب کے وہی بھید کوں پائیں گے رے　　جسے ست گرو راہ تب لا دینگے رے
گرو بن جو ہیں پن میں مر جائیں گے رے　　دغا کھا ئینگے نے دغا کھا ئینگے رے
اَرے من شتابی سیتیں آسرن میں
ہے سارا سکت سب گرو کے چرن میں

اَرے من کنکن محل کا گھاٹ چڑنا　　بسر پاگوں گھاٹ میں نہ بسٹرنا
اَرے من سدا نفس سرکش سوں لڑنا　　یو ماٹی کے دھندے منیں نہ سپڑنا
اَرے من ای دھن مال پر نا اکر نا
ہے آخر تجے کل کوں ماٹی میں گر نا

اَرے من توں اس تن کوں کی پیار کرتا　　زمیں پر توں سونے کوں کی عار کرتا
اَرے من توں کی عشق گلزار کرتا　　زری کسوتاں پین کی سنگار کرتا
اَرے من ای دھن مال پر نہ اکر نا
ہے آخر تجے کل کوں ماٹی میں گر نا

۱: بسر گھاٹ کوں باٹ میں نہ پڑنا۔ نسخہ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد

ارے من ای دھن مال پر نہ انکرنا
ہے آخر تجے کل کوں ماٹی میں گرنا

ارے من ترا اب ہووے گا جب تیرا تن — نہ ہستی تیرے پاس کچھ مال اور دھن[1]
گلے باند زنار ہور رہ برھمن — اوداسی بھنوڑے[2] ہو کے پھر توں بن بن
ارے من ای دھن مال پر نہ انکرنا
ہے آخر تجے کل کوں ماٹی میں گرنا

ہمیں خاک آدم کلا جگ میں آئے — گپت روپ کوں ہم نے پرگھٹ دکھائے
کہیں نر کہیں خوب ناری کلائے — کہیں گرو کہیں واس کا بھید پائے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں دیو کہیں ہم کہیں ہم پوکھاری — کہیں نت[3] ادپاسی[4] کہیں ہم دودھاری[5]

---

[1] نہ رہے ترے پاس کچھ مال اور دھن (مخطوطہ ادارۂ ادبیات اُردو حیدرآباد) بحوالہ فہرست مخطوطات مرتبہ ڈاکٹر زور مرحوم
[2] بھنورے کی طرح اداس ہو کے
[3] روزانہ [4] فاقہ کشی [5] دودھ دھاری = دودھ پی کر جینے والا طفل
یعنی، طفلِ شیرخوار

کہیں بادشاہ ہور کہیں ہم بھیکاری — کہیں ہم سپاہی کہیں ہفت ہزاری
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں مال دار ہو کے کرتے امیری — کہیں بیکے پھرتے ہیں حالِ فقیری
کہیں کر مریداں دکھاتے ہیں پیری — کہیں بادشاہاں کی کرتے وزیری
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

ہمیں آسمان سورچند رستارے — ہمارے نظارے بدل ہم سنوارے[1]
الت ہو کے تالو بلی ہم پکارے — جہاں ہم اتھے وہاں نہیں تھا دوجا رے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں شادمانی سوں تھے شادیاں — کہیں غم سوں کرتے ہیں فریاد نالاں
کہیں ماتم سوں شوخی خوب رویاں — کہیں کافر[2] بنے کہیں میں مسلماں

---

[1] ہم مختلف شکلوں میں اپنے آپ کو دیکھتے ہیں
[2] کافر

ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں زاہدِ خشک کہیں صوفیہ صاف
کہیں سادۂ لوح ہور کہیں مردِ حراف
کہیں شہر آباد کہیں دشت کوہ قاف
کہیں جوہری ہور کہیں ہم ہیں صراف
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں ہم ہیں طالب کہیں ہم ہیں مطلب
کہیں ہم ہیں عاشق کہیں ہم ہیں محبوب
کہیں ہم ہیں غالب کہیں ہم ہیں مغلوب
کہیں ہم ہیں سالک کہیں ہم ہیں مجذوب
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں ہو کے معشوق کرتے ہیں گھونگھٹ
کہیں ہو کے عاشق کہلاتے ہیں پر گھٹ
کہیں نیاز محبوب کہیں حسن لٹ
کہیں جوگ جنگم سناسی کہیں مٹ
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں کشن اوتار، کہیں رام لچھمن
کہیں بھیم ارجن، کہیں ہم برہمن
کہیں گل کہیں مل کہیں سیرِ گلشن
کہیں حسنِ دلبر، کہیں ہم ہیں درپن
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں عشقِ خوباں کے پیچھے خراب ہیں
کہیں بزمِ مستاں میں مستِ شراب ہیں
کہیں پاک زاہد فضیلت مآب ہیں
کہیں سر برہنہ گدائے حجاب ہیں
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں ہو کے قاضی تو کھاتے ہیں رشوت
کہیں نام رشوت پر کرتے ہیں لعنت
کہیں ہو کے عابد تو کرتے ریاضت
کہیں عاشقی کا اوچاتے ہیں شہرت
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

کہیں زاہد ہو کر تو کہتے انا الحق
کہیں بیکے پھرتے ہیں گر طور احمق
کہیں بزمِ خوباں میں وہیں ایک عاشق
کہیں فیل مست ہور کہیں اسپ ابلق
ہمیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہمیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

اگر رام داس ہور کیشو[1] داس ہوتے — ھمارا درد دُکھ اوسن کے روتے[2]
تراب میں تراب ہوکے سد بدکوں کھوتے — بھی بول میں پن سنگل دل تھیں دھوتے[3]
ہیں ہم کوں ہم دیکھنے جگ میں آئے
ہیں ہم کوں ہم دیکھ ہم کوں گنوائے

ای بچہ بہوت کیا ہے چپ اتنا سانسا — گھری میں جو تولہ گھری ہیں جو ماشا
نگا کر گرو کے چرن سیتی آسا — نہ رہیئے اوپاسا نہ رہیئے اودا سا
ارے من اوسے کیا ہے دنیا کا جہانسا
لیا بات میں بھیک کا سجنے کانسا

گدا کا نشہ بھیک جس وقت چراویں — گئے پر تکالی نہ خاطر میں لاویں
بچھا کر بکمبر شہنشا کلا دیں — اوتکیہ نشیں کین نہ آویں نہ جاویں
ارے من اوسے کیا ہے دنیا کا جہانسا
لیا بات میں بھیک کا سجنے کانسا

نہ دنیا تھیں ثابت محب وعلی ہے — سدا اوس کے حق میں فقیری بھلی ہے

---

[1] کیشو داس یا کیشو سوامی رام داس کے شاگرد کا نام ہے۔ (۴) زندگی
[2] ہمارا درد دکھ اون کوں سناتے (مخطوطہ ادارۂ ادبیات اُردو
[3] تراب ہم تراب ہے کے ہردم گنوتے یہ یہ بھیرے پنے میں سنگل دل سناتے حیدرآباد)

گدائی کریں اور کلا دیں ولی ہے — اوسے جگ کی رسوائی میں کالی ہے
ارے من اوسے کیا ہے دنیا کا جہانسا
لیا بات میں بھیک کا سجنے کانسا

امیراں سے بہتر فقیراں کہاتے — سچ فرش مخمل بکمبل بچھاتے
ننگا کوئی کھاتے تو کوئی مانگ کھاتے — ہو کر خاک میں خاک شاہی جگاتے
ارے من اوسے کیا ہے دنیا کا جہانسا
لیا بات میں بھیک کا سجنے کانسا

جو مانہ بھا لنگوٹی لگا خاک تنکوں — دیا چھوڑ یک بار حب الوطن کوں
جلا عشق کے بات میں مال دھن کوں — نہ کچھ کاشش نہ پاس ہرگز کفن کوں
ارے من اوسے کیا ہے دنیا کا جہانسا
لیا بات میں بھیک کا سجنے کانسا

گدا [illegible] کھا [illegible] گھر و گھر — لگا کر لنگوٹی کہاتے قلندر
[illegible] گوری [illegible] دب بگھو شر — رکھیں نخر دائم تو شاہاں کے اوپر
[illegible] من اوسے کیا ہے دنیا کا جہانسا
لیا بات میں بھیک کا سجنے کانسا

[1] [illegible] [2] غالباً کمبل کے معنی ہیں

فقیری میں کیا فکر درکار ہے رے ہمیشہ تیرا گرم بازار ہے رے
او رزاقِ مطلق خریدار ہے رے ہریک جا پہ بادی سوداتا رہے رے
ارے من ادے کیا ہے دنیا کا جھانسا
لیا ہات میں بھیک کا جتنے کا فسا

نہ کس کے بھلے بولنے کی خوشحالی نہ دل میں ذرا کچھ نہ غم قحط سالی
بچھا دیں کرم طاس نہیں نرم نہالی سمیج اپنے معبود کوں اپنا ذ ال
ارے من ادے کیا ہے دنیا کا جھانسا
لیا ہات میں بھیک کا جتنے کا فسا

ہزار انس پیوند کی گودری کر رکھا نام اوس کا گدا و ...
سمجھتا ہے او سکوں کرا ز کسوت زر نہ کس ٹھیک کا او سوا اس نہ کس جو کا ...
ارے من ادے کیا ہے دنیا کا جھانسا
لیا ہات میں بھیک کا جتنے کا فسا

دیا آج سوا وپچ دیو یگا پیمبر کی ...
سچ کر سدا بوریا فرش محمل ...
ارے من ادے کیا ہے دنیا کا جھانسا
لیا ہات میں بھیک کا جتنے کا فسا

کہیں بلبل و راز کہیں سیرِ گلشن کہیں عاشقِ پاک کہیں من ہرن دھن
کہیں او محقق کہیں او برہمن کہیں لیلۃ القدر، کہیں شمعِ[1] روشن
الک او نرنکار نرگن نرنجن
کرے جیؤ جنتر سدا جس کے سمرن

اہے سب میں ہور سب سوں وتا ڑلا ہے نام صاحب جلال و جمالا
اندھارے سوں کرتا ہمیشہ اجالا نہ او سبز نہ او زرد نہ او سرخ کالا
الک او نرنکار نرگن نرنجن
کرے جیؤ جنتر سدا جس کے سمرن

جدا سب کے ہو کر او سب میں بھرا ہے حیات و ابد جوں کہ امرت بھرا ہے
ہو بر مناد پر پنچہ فانی سرا ہے یو منڈاں سب کا دھنی او کھرا ہے
الک او نرنکار نرگن نرنجن
کرے جیؤ جنتر سدا جس کے سمرن

سے بیہ جا پتر اد ادرنجی دی داتا رہاتا اجیو یوفی[2] سویم بھو[3] کلا ... تا

---

[1] مخطوطہ ادبیاتِ اردو حیدرآباد میں " روزِ روشن " لکھا ہے

[2] یوفی = جسم [3] سویم بھو = خود کا بنایا ہوا

پیغمبر کوں پیغام لاتا لیجاتا — اوپر منتی ہور سرشتا ہے داتا
الک او نرنکار — نرگن — نرنجن
کرے جیو جنتر سدا اوس کے سمرن

بہنو کوں تو پو سوں ہوشاھی سارا — سوگن دیکھ جس کا تو ان تا سنوارا
لگا کر منو توں کا سارا پارا — سماں سب میں ہور سب سوں ہو کر نیارا
الک او نرنکار — نرگن — نرنجن
کرے جیو جنتر سدا اوس کے سمرن

دیا روپ اس کند رس اوس پرس[1] وہ — کلاہ کو خیری دے سب کارش[2] او
دیا ان نیشتہ[3] داتار سب تے سرس او — سنا کرتے آپن کوں پل میں پرس او
الک او نرنکار — نرگن — نرنجن
کرے جیو جنتر سدا اوس کے سمرن

ششی ہور دیو آکر بہا بیل بنایا — اپین سب تہیں نیارا ہو سب میں سمایا

---

1. اسپرش = چھونا — 2. وہی سب کو رس دیتا ہے
3. وہ روزانہ سب کو دیتا ہے ۔ سب کی ضروریات پوری کرتا ہے ، اور وہی سب سے اچھا ہے ۔

نہ کس کوں جنیا اور نہ کس کا جنایا — لم یلد ولم یولد کہہ کر سنایا
الک او نرنکار — نرگن — نرنجن
کرے جیو جنتر سدا اوسکے سمرن

جدائی سو کیوں عبد و رب میں سمجھنا — دے وہم ہو سے رب میں سب سمجھنا
بلا عین رب اور عبد میں سمجھنا — نہیں کس میں ہے اور سب میں سمجھنا
الک وہ نرنکھار — نرگن — نرنجن
کرے جیو جنتر سدا اس کی سمرن *

جسے غیریت کا تفہیم نہیں ہے — جدائی کا اوس کوں تکلم نہیں ہے
جو جیکہ غم سوں دایم ترنم نہیں ہے — اوسے درد تیرا تبسم نہیں ہے
جہاں یک پنا واں تو ہم تو نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

ازل ہور ابد ہور و نکتہ مقابل — ولایت نبوت کا مقصود حاصل

[illegible] کی [illegible] — [illegible] جگ
[illegible] کے [illegible] میں [illegible] نہیں ہے ۔ [illegible] ہاتھ نقل کیا ہے ۔ [illegible]
[illegible] کے [illegible] بند [illegible] ہے

کیا دل اپس کا جو کوئی شمع محفل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ او کامل او عامل او فاضل او واصل

جہاں یک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

کیسے کہنا کعبہ کیسے کہنا دیول ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کیسے سد کہنا کیسے کہنا مرسل
کیسے کہنا آخر کیسے کہنا اوّل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کیسے کہنا ناقص کیسے کہنا اکمل

جہاں یک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

نہ تھا جب یو پرکاش تھا تب شتابی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نرنکھار نرگن نرنجن او آن کار
کیا تب اوسی سن شٹیں برمند آکار ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ بہا دیو کے روپ سوں یو پرس تار

جہاں یک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

لیا جگ منیں جب کیتی شیخ کامل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہوا شیخ کامل سیں ار ملک واصل
کیا صاف تر او سجھل تمن دل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نکل جا کے میں پن دسیا شمع محفل

---

۱ ساتھ، باہم، سے
۲ یکنگ۔ کشتی کا ایک داؤ (پیچ)

جہاں یک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

اری میکا جھگڑا اسگل کا رسٹنا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تر نک صحنِ وحدت میں سیدا ڈپٹنا
کر دل صاف کے بیچ رکھنا کپٹنا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ یکنگ[۲] نفسِ سرکش سوں دن رین چھٹنا

جہاں یک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

دیکھو قلبِ مؤمن تو ہے گھر خدا کا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جھمکتا ہے او نورِ انور خدا کا
وہی نورِ انور ہے زیور خدا کا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اہے اوچہ زیور پیغمبر خدا کا

جہاں یک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

اپس کے اپنے مرشد کوں کھونا نہ ہرگز ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ گنوا بات سوں بات رونا نہ ہرگز
سو کی نیند پو پھر کے سونا نہ ہرگز ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تو میں توں میں بے ہوش ہونا نہ ہرگز

جہاں یک پنا وہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

فلک ہور ملک ہور جن دلبر میں — سگل کوکباں اور شمس و قمر میں
بھرا روپ اوس کا کنکر پتھر میں — بدر میں شجر جوں ہے پنہاں نظر میں
جہاں یک پناہ ہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

ترآب میں تراب ہوکے میں توں لیارو — میرا حال سُنکر سگل آہ مارو
اپس دل کوں مرشد کے قدماں پہ دارو — نکو رے نکو من میں جھگڑے بچارو
جہاں یک پناہ ہاں تو ہم تم نہیں ہے
دوئی کا تو ہرگز تکلم نہیں ہے

ڈٹا صحنِ وحدت میں اے یار گھوڑا — اے دارالفنا سیتے ہیم[1] موڑا
ربی[2] [دکذا] احدیت کے طرف دل کوں جوڑا — اوتب کفر کوں مار یک پل میں پھوڑا
پرم پاک زنار جس وقت توڑا
اوسی وقت تسبیح مصلے کوں چھوڑا

نہ صوم و صلوٰۃ کر کے کس کوں دیکھایا — نہ جھوٹی عبادت پو شیخے[3] جگایا

۱؎ "ہیم" نسخۂ حیدرآباد اور وزن کے اعتبار سے یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔
۲؎ راہ ۳؎ شخصیت (؟)

نہ دل کوں دو کھا کس کے ظالم کو آیا — نہ کس گھر نمازی کلا کر ڈوبایا
پرم پاک زنار جس وقت توڑا
اوسی وقت تسبیح مصلے کوں چھوڑا

مجھے کام کیا دیو دیول سیتی اب — دنیا دیو دیول ہیکے تن نے جب
رہیا نئیں یکایک جدا عبد اور رب — دیکھت مجکوں عالم تو کہتا ہے سب
پرم پاک زنار جس وقت توڑا
اوسی وقت تسبیح مصلے کوں چھوڑا

سبب کیا جو ناحق کلاؤں نمازی — کروں کیوں کہ دائم دیکھو عشق بازی
مجھے عشق دلبر میں ہے سرفرازی — دیا کار سازی چہ نت بے نیازی
پرم پاک زنار جس وقت توڑا
اوسی وقت تسبیح مصلے کوں چھوڑا

نہ دیول کا ہرگز پجاری کلاؤں — نہ مجھ من کوں میں نوں کے جھگڑیں بہاؤں
نہ جوگی ہو کر خاک تن کوں لگاؤں — نہ کاشی کوں جاؤں نہ گنگا میں نہاؤں
پرم پاک زنار جس وقت توڑا
اوسی وقت تسبیح مصلے کوں چھوڑا

جلاتن کوں اپنے بھیا ہوں سناسی — وطن چھوڑ پھرتا ہوں دایم اوداسی
نہ کعبہ گیا نہ گیا ہوں میں کاسی — نہ حاجی ہوا میں جبھ لباسی
پرم پاک زنار جس وقت تورا
اسی وقت تسبیح مصلے کوں چھورا

ترآب کا تو کوئی بھید پاتا نہیں ہے — نہیں توں کے جھگڑے میں جاتا نہیں ہے
اپس کوں کسی میں ملاتا نہیں ہے — برا پاک زاہد کلاتا نہیں ہے
پرم پاک زنار جس وقت تورا
اوسی وقت تسبیح مصلے کو چھورا

نہیں کچھ اتھا جب اوجالا اندھارا — ہمیں تب کئے تھے ای پرساس سارا
دیکھو تر گئے[۱] محل سنگم سنوارا یا — وسیا پنچ بھوتاں کا سارا جھکارا
گگن محل میں جاں ہے ان حد پکارا[۲]
دہاں سنگ کرتا ہے کاں ہے تمارا

---

۱ دونوں بھنوؤں کا درمیانی مقام
۲ अन हद नाद = دونوں کان بند کرنے کے بعد آنے والی آواز ۔ ہندو فلسفہ کے مطابق یہ آواز اوم شبد ہے جو دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے فضا میں گونجی تھی اور جسکے نتیجے کے طور پر دنیا پیدا ہوئی

یہاں برد باری تو سارے چلاتے — کوئی ہاں مٹ کوئی دھن مٹ کلاتے
مہا مٹ کلا کوئی پیری جگاتے — پڑیں[۱] بید ہور بھید کچھ نہیں تباتے
گگن محل میں جان ہے ان حد پکارا
وہاں سنگ کرتا ہے کاں ہے تمارا

مہا پرس گیانی برہمن کلاویں — یکر ہار کا سنگ مکھ میں بجاویں
مچھی رہی سو پانی کے درمیان نہاویں — بیوریں بانس پن ماس ہرگز نہ کھاویں
گگن محل میں جان ہے ان حد پکارا
وہاں سنگ کرتا ہے کاں ہے تمارا

لنگا کر کھرا نام سیدا دو دھاری — کلاتے ہیں کیتے ہیں برہمن اچاری[۳]
یکر بارنی دہ نکلتے سنو اری — بھیکاری ہو کرچپ بجاتے توتاری
گگن محل میں جان ہے ان حد پکارا
وہاں سنگ کرتا ہے کاں ہے تمارا

بسر لنگ اپنا پھریں باندھو تر — اسے کیا نکالے سو جھوٹے دو اچھکر

---

۱ وید ۲ پڑھیں ۳ عالم

بتاؤ نے مجھے کوئی ای بھید آکر   پھر دل باندھو تر بجا سنگ گر گر

گگن محل میں جان ہے ان حد پکارا
وہاں سنگ کرتا ہے کاں ہے تمارا

اری برہمن میرے پاس آؤ   تماری تو بانی کے جھرتی[۱] بتاؤ
اپس کے تو نگھٹ میں مجکوں بلاؤ   بھی اپی بات کیا ہے بو جلدی سناؤ

گگن محل میں جان ہے ان حد پکارا
وہاں سنگ کرتا ہے کاں ہے تمارا

تر آب نے نہیں جھوٹ ای بات پوچھیا   بھاوڈی ہور رام میں نہیں ہے دوجا
اپس کا اپیں آپ کرتا ہے پوجا   پوچھو رام داس ہور کیتو[۳] داس سو نجا

گگن محل میں جان ہے ان حد پکارا
وہاں سنگ کرتا ہے کاں ہے تمارا

تجاور میں جس دن ہوا آکے داخل   سنیا رام داس کی تو پوتی ہے نا خ
گیا اُس خوشی سیتی دل کا کنول کھل   جواب اوس کا کینے ہوا شوق کا

---

۱ وعظ   ۲ خلاصہ (Substance)
۳ رام داس کے شاگردوں کے نام ہیں ۔

ستوبا مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

گر داو تو پرتاپ[۲] سنگ کے گاتے   سدا باسناں کو رسوئی کھلاتے
او وتارنت دان سب کوں دلاتے   نہیں من کوں مایا کے جھانسے میں بہاتے

ستوبا مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

میں سمجیا ہوں ان کو سچے رام اوتار   کہ سب میں اچھے ہور سب سوں نگہدار
اہیں او تجاور کے درمیان داتار   پران ہور پستک میں ہیں بہوت ہشیار

ستوبا مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

ستوبا کا اُس نام اس میں او آیا   دلے اب تلک ورس اون کا نہ پایا
جواب رام داس کے بچپن کا نہ پایا   بھی کوئی ہور بوجیگا نہ اس کا [illegible]

---

۱ رام داس کے شاگردوں کے نام ہیں ۔   * اصل ، پوشیدہ یا اندرونی بات
۲ مہاراجہ پرتاپ سنگھ والئ تنجور (۱۷۳۹ء تا ۱۷۶۳ء) کی طرف اشارہ ہے ۔
اپنی خدا ترسی اور فیاضی کے لئے مشہور ہیں ۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو
Maratha rule in the Carnatik by C.K. Srinivasan

ستو با مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

کہاں رام داس ہور کیشو داس پاؤں — میرا درد و غم سب بہٹا کر سناؤں
لے جا کر بیکر بجن کوں دیکھاؤں — اگر نیں تو باباشاہی پاس جاؤں
ستو با مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

اپس دل سوں ہی پن کا جھگرا لبا رو — میرا حال سُن کر سگل آہ مارو
ہو ہیں رام داس ہو کیشو داس یارو — بھی جا کہہ کر سادے تو باری پڑ کا رو
ستو با مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

بچ کر ہندو راج آیا تجا ور — سگل جگ کے درمیان دھرم راج سنگ
ولیکن نجے کوئی بولایا نہیں گھر — سمجکر کبیرا سا گیانی تلند

---

۲ رام داس کے شاگردوں کے نام ہیں

(دیکھئے مقدمہ)

ستو با مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

ای آکار ملک کا ہے سارا پٹ را — مکار ہور آکار درمیان پسارا
جہاں اودو ناتریں ہے گھر ہمارا — وہاں بند کوئی نہ کیتا لفظارا
ستو با مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

لبر دھن اوپر کوئی دھن سٹ کلاتے — بوائے نہ دیجنے تو اپی بھول جاتے
بدہیا مٹ تو پھر سارے جگ کوں سناتے — نہ اچھر درا چھر کس کوں بتاتے
ستو با مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

سگل ملک کے بیچ میرا ہے پھیرا — پرت کا اپنے دروج میں گھنیرا
بچن سن کے دیویں گے جب داد میرا — دیکھو تب آؤں گا میں ان کا پھیرا
ستو با مہاراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

---

۱ بدنظمی بے ترتیبی ۲ (دوماتر = ماں کا پیٹ) ۳ مُرجد (مُرجہ منظم)

دیہہ ہو رہیا اب کر دو اپنا بارے ـــــ بیکر رام آیا نگر میں تمارے
چھتر ہو کے کیوں حال میرا بسارے ـــــ چلاوٗں یوں کا دیری کے کنارے

ستو با مہراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

ترآب اس شہر ستی جلدی نکل توں ـــــ بہونت دن رہیا یہاں اپنا اٹھا کے پیر تار
اوّل سُد گنوا بھی نکو بات مُسل توں ـــــ ہوا اس زمانے منے بیر بل توں

ستو با مہراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

کیا ختم اب من کی پوتی کوں ساری ـــــ ترآب عاشق بکس عاجز بھید کا [illegible]
حسینی برہمن اسے نام داری ـــــ کہا ہے ای رنگیں سخن یا [illegible]

ستو با مہراج گنونت عاقل
میری بید کا بھید پانے کرے دل

ختم شد

فرہنگ

الف

اچھر دوا چھر = لفظ دو لفظ

اي	= بہ	اوجائے	= اٹھ سے
آکار	=	اوچانا	= اٹھانا
الک	=	اوواسا	= اواس
اتھی	= سے	آسا	= آس
اُمیں	= اُمیں	اویں	= آپ ہی
اچے	= ہے		
انند	= خوشی		
اپنا	= اب		
[illegible]	= [illegible]		
	اپنے		

ب

[illegible] = لب [illegible] [illegible]

بھانکا = بھاکا = بولی، زبان

بھار = باہر

بسر = بھول

بورے = برے

بےچوں = بے مثال

باند = باندھ

بوجا، بوجھا = جاننا

بسارو = بھولو

بھیا = ہوا

پ

پوتی = پوتھی = کتاب

پرمیسر = خدا

پرکاش = نور، روشنی، جلوہ

پرس نار =

پرگھٹ = جلوہ، نور، ظاہر ہونا

پچھتا (کے) پچھتاکے

پرپنچ = خاندان، سنسار، دنیا

پچھانو = پہچانو، جانو

پوجی = پوجی

پوجنکو = پوجنے کو

پہنا = پہن

پچھی = چپ ہی

پرم = محبت

پستک = کتاب

پرت = پریت، محبت

ت

تماری = تمہاری

تور = توڑ

ترنگ = کثرت

ج

جگ = جہاں، دنیا

جگاجوت = جلوہ، نور

جیوجنتر = حشرات، کیڑے کوڑے

چ

چاتر، چتر = ہشیار، فہیم، چالاک

چپ = خواہ مخواہ

چکساوٹنا = اٹھ

چیرا = پگڑی، غلام

د

داسس = غلام

دھن = دولت، محبوب، معشوق

دیول = مندر

دیو = بت، خدا، بھگوان

دوجا = دوسرا

دیا = رحم، مہربانی

ڈ

ڈپٹنا = دوڑانا

ر

رہن ہار = رہنے والا

روپا = روپیہ

رہ = راہ

س

ستو ... ہے

سوں = سے

سنگرام = ہم صحبتی، آسائش

سینسار = دنیا، جہان

سمدور = سمندر

سپڑنا = پھنسنا، گرفتار ہونا

سکت = قوت، طاقت

سٹو = چھوڑو

سنگ = ساتھ، صحبت

سجا = سمجھا

سوراٹ = لالچ، خواہش

سبکوں = سب کو، سبھوں کو

سنگارتا = سنوارتا

سیدا = سیدھا

سنک = شک، شبہہ

شد = پاکیزگی، نیکی

سن = ساتھ، باہم

سرجن = محبوب، خدا

ساتی = ساتھی

سگل = سب

(س)

ششی = چاند
سپرنا = ہنانا، پھسنا، پھنس جانا،

ک

کلائے = کہلائے
کوں = کو
کلاویں = کہلائیں
کاس = پائی، کوڑی

گ

گرو = استاد
گنونت = ہنر والا، گن والا
گھٹ = جسم
گپت = چھپا ہوا، پوشیدہ
گھال = ڈال
گھاٹ = پہاڑی، چڑھان

ل

لگ = تک، تلک

م

مایہ = دولت، محبت
ماٹی = مٹی
منے = میں
منکہ، منکے = تسبیح کا دانہ
من ہرن = دلکش، دل لینے والا
میہ، میا = محبت

ن

نرنجن = حسین
نرنکار، نرنکار = بغیر شکل کے
نرگن = بغیر گن کے، بغیر صفت
نکو = نہیں
نیں = نہیں
نمن = نیاز مندی، عجز، انکار
نپٹ = صاف، سیدھا
نہالی = ایک قسم کا بچھونا، چھوٹی توشک

و

وسواس = بھروسے

ھ

ھیگا = ہوگا
ہور = اور
ھمن = ہمیں
ہاتی = ہاتھی

ی

یک پنا = وحدت
یکنگ = کشتی کا ایک داؤ

کتابیات

۱- من سمجھاون (قلمی) از شاہ تراب چشتی

۲- گیان سروپ (قلمی) از شاہ تراب چشتی

۳- ظہور کُلی (قلمی) از شاہ تراب چشتی

۴- گلزارِ وحدت (قلمی) از شاہ تراب چشتی

۵- آبِ کوثر از شیخ محمد اکرام

۶- قومی تہذیب کا مسئلہ از ڈاکٹر عابد حسین

۷- مسلم ثقافت ہندوستان میں از مولانا عبدالمجید سالک

۸- اہل ہند کی مختصر تاریخ از ڈاکٹر تاراچند

۹- فہرستِ مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور

۱۰- " " کتبخانۂ آصفیہ " " نصیر الدین ہاشمی

۱۱- " " سالارجنگ لائبریری " " " "

۱۲- " " مدرسہ محمدیہ وجامع مسجد لائبریری بمبئی مرتبہ مولانا حامد اللہ ندوی

۱۳- آج کل ستمبر ۱۹۶۳ء مضمون از ڈاکٹر سیدہ جعفر

۱۴- اردو ادب ۱۹۶۱ء مضمون از سخاوت مرزا

Maratha rule in the Carnatik ... ... by C. K. Srinivasan

Rise of the Maratha Power ... ... by R. D. Ranade

Vaisnavism, Savism and Minor religious System ... ... by Sir R. G. Bhandarkar

Mysticism in Maharashtra ... ... by R. D. Ranade

Ramdas and Ramdasis ... ... by W. S. Deming

History of Marathi Literature ... ... by M. K. Nadkarni

History of Marathi Literature ... ... by G. C. Bhate

Psalms of Maratha Saints ... ... by Nicol Macnicol

Hymns of Tukaram Vol II ... ... by Fraser & Marathe

Influence of Islam on Indian Culture ... ... by Dr. Tarachand

Marathi Books

Mano Badh or Manach e Shlok ... ... by Ramdas Edited ... ... by Pangarkar

Maharashtra Saraswat ... by V. L. Bhave

Price Rs. 2–25

Cover Printed at
DELUXE PRINTING PRESS
109, Undria Street, BOMBAY 8.